مجموعہ کلام

# زندانِ الم

لیفٹیننٹ سیف اللہ

گفتگو پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب .....زندانِ الم
مصنف .....لیفٹیننٹ سیف اللہ
قلمی نام .....حقیر بسمل
اہتمام .....گفتگو پبلی کیشنز، اسلام آباد
اشاعت .....اوّل
صفحات .....203
تعداد .....1000
سن اشاعت .....جون2019
قیمت .....450روپے

**گفتگو پبلیکیشنز**

اسلام آباد، پاکستان۔
فون:+92-51-2231670 | ای میل:info@gufhtugu.com
ویب سائٹ: www.gufhtugu.com

**ISBN: 978-969-7758-25-8**

مردِ کہستاں

فخرِ کہوٹہ

صدارتی ایوارڈ یافتہ

جناب بریگیڈیر (ریٹائرڈ) جاوید احمد ستی

کے نام

(کتاب میں دی گئی تحریر لکھاری کے ذاتی خیالات ہیں
اسے ہرگز سرکاری رائے یا پالیسی کے طور پر نہ لیا جائے)

# فہرست


| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 1 | خالص جذبوں کا شاعر | 11 |
| 2 | حقیرؔ بسملؔ کی شاعری | 14 |
| 3 | چراغِ نو | 18 |
| 4 | حمد | 20 |
| 5 | ایمان | 23 |
| 6 | حمد | 24 |
| 7 | دعا | 26 |
| 8 | حالِ دل | 28 |
| 9 | حمد | 29 |
| 10 | اے خدا | 31 |
| 11 | ہر تین کی مجلس میں چوتھا ہے تو | 32 |
| 12 | دعا | 34 |
| 13 | نعت | 35 |
| 14 | امام حسینؓ | 37 |
| 15 | قیامت قریب ہے | 39 |
| 16 | حضرت علامہ اقبالؒ | 41 |
| 17 | محسنِ قوم جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے نام | 44 |
| 18 | مردِ کہستاں (جناب بر گیڈیر جاوید احمد ستی) | 46 |
| 19 | سانحہ پشاور (اے پی ایس) | 49 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 20 | کب تک | 52 |
| 21 | حیا | 54 |
| 22 | تغیر | 55 |
| 23 | ترانہ | 57 |
| 24 | دہشتگردی | 59 |
| 25 | غم کی کھیتی | 61 |
| 26 | شرمندگی مرگئی | 63 |
| 27 | برہان وانی شہید | 64 |
| 28 | تہذیبِ مغرب | 67 |
| 29 | وہ ظالم ہوا چلی کہ احساسِ ارباب جل گئے | 69 |
| 30 | لوگ پرانے | 71 |
| 31 | لوگ | 72 |
| 32 | زندگی | 74 |
| 33 | آنکھیں | 75 |
| 34 | سورج | 76 |
| 35 | دوستوں کے نام (ایم سی جے) | 78 |
| 36 | دوستوں کے نام (انفنٹری سکول) | 80 |
| 37 | تعویذ | 83 |
| 38 | دامن میں سنگریزے ہیں نہ ہاتھ میں چھڑی ہے | 84 |
| 39 | خالی پڑی ہیں صراحیاں جام ٹوٹے ہیں | 85 |
| 40 | ہمیں یوں نہ ستاؤ کہ دل اداس ہے | 86 |
| 41 | عشق | 87 |
| 42 | دل میں درد اٹھا اور لہر بن گیا | 89 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 43 | اے اہلِ دانش جو سمجھ سکو تو سنو تعریفِ غمِ جاناں | 90 |
| 44 | فقط چند سبو نوش کیے ہیں تجھے تو اک ساگر پیا ہے | 91 |
| 45 | وادل کے دریچے کر دو | 96 |
| 46 | تیرے عشق کا جنوں اُترا، صد شکر کہ میں سنبھل گیا | 98 |
| 47 | بے شک میں شجر سرِ راہ گزر مگر سایہ دار نہیں ہوں | 100 |
| 48 | مرض جب بڑھ جائے تاخیر سے دوا آتی ہے | 101 |
| 49 | حیا تڑپ رہی ہے انس و پیار نے خودکشی کر لی | 102 |
| 50 | خاک میں مل کر بھی دانے سا مقام نہ ملا | 103 |
| 51 | درِ یار پہ دھرے پائے بے وضو و ناپاک | 105 |
| 52 | گدازِ کونپل بوئے کنول اور گلستان سے لوگ | 107 |
| 53 | اے رفیقِ دلگزیں اک اور قیامت خیز مرحلہ سر کرتے ہیں | 108 |
| 54 | کسی کے پاؤں کی خاک ہوں، کسی کے دامن کی دھول ہوں | 109 |
| 5 5 | پتہ معلوم نہیں مجھے اپنے نگر کا | 110 |
| 56 | اِدھر نہ اُدھر میں کدھر گیا ہوں | 111 |
| 57 | جو مسرتوں کے باب کھولوں تو تم یاد آتے ہو | 112 |
| 58 | زندگی میں بادہ و جام ذرا گھولو | 113 |
| 59 | دردِ دل کچھ انجاں سا تھا | 117 |
| 60 | محفوظ ہے اپنا گریباں آج کل | 120 |
| 61 | ایک دوست کے نام | 121 |
| 62 | یہ محبتیں یہ وفائیں یہ جذبات کچھ بھی نہیں | 122 |
| 63 | محبت میں توحید قائم رہی نہ مساوات رکھ سکے | 122 |
| 64 | جرمِ وفا کا یہ صلہ ہوا | 127 |
| 65 | نازک مگر بے کراں دشتِ آرزو رکھتی ہے | 128 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 66 | شب | 131 |
| 67 | دردِ دل کے بام و دوا کچھ نہیں | 132 |
| 68 | مہ پہ قدم رکھ چکی دنیا تو بھی چالاک ہو جا | 133 |
| 69 | اپنا بنا کے وہ میرے دل میں ارماں چھوڑ گیا | 135 |
| 70 | زمیں پہ چاند چھوڑ کے آسماں آ گیا | 137 |
| 71 | عشقِ ازلی کا جو نعرہ مار گئے | 138 |
| 72 | آرزوئے دل ہے، مار ڈالے کوئی راہوں میں | 139 |
| 73 | تیری چاہ کا نہیں ہے نظارہ سڑکوں پر | 140 |
| 74 | لٹا ہے دل جب سے کھو بیٹھے چین و قرار یارو | 143 |
| 75 | مانا کہ ہنستی ہے دنیا تیری ہر بات پہ بسمل | 144 |
| 76 | ہم گریباں چاک نکلیں گے جب کو بہ کو | 146 |
| 77 | ہر سو پھیلی ہے اداسی ہواؤں میں | 148 |
| 78 | نام ہم غریبوں کے ان کا پیغام آ جائے | 149 |
| 79 | مئے عشق کا پیاسا ہوں دیکھو دنیا والو | 150 |
| 80 | زندگی بے وجہ ستاتی ہے | 151 |
| 81 | دل کے صحن میں صدائیں رقص کرتی ہیں | 152 |
| 82 | گل پھینک دو دامن سے | 154 |
| 83 | جور و ستم رقصاں ہیں محبتوں کی ہار دیکھ کر | 156 |
| 84 | ہم نے درد کی برسات سے گزر کر دیکھا ہے | 157 |
| 85 | نکہت و مہک کے نافے کھولو ذرا | 158 |
| 86 | ہم جیتے ہیں بادشاہوں کی طرح | 160 |
| 87 | مت سمجھ کہ تیری تازگی کو دیکھا ہے | 161 |
| 88 | جب تک دل میں درد و زخم سلگتے رہے | 162 |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 89 | اک منزل اک مقام کی آرزو رکھتے تھے | 164 |
| 90 | اندر کا جہاں بیاں ہو نہیں پاتا | 165 |
| 91 | ہم خوش رہتے ہیں خدایا یاروں کی گلیوں میں | 166 |
| 92 | نہ ایک سے نہ مرار سے محبت کی ہے | 167 |
| 93 | شبِ ہجر آن کھڑی ہے، ستارو خاموش ہو جاؤ | 169 |
| 94 | نظر اپنی دیکھ سکتی ہے پار حجابوں سے | 171 |
| 95 | دل کی ٹوٹی تاروں میں ابھی تک ساز باقی ہے | 172 |
| 96 | ہمیں ہر موسم میں اپنا گھر اچھا لگا | 173 |
| 97 | شعلہء بے حسی میں بے بس گریباں جل رہے | 175 |
| 98 | ہجر کی یہ بارشیں تھم جانے دو | 177 |
| 99 | تیری یاد میں کچھ ایسے ہم دیوانے جل جاتے ہیں | 178 |
| 100 | ع سے عشق ع سے نام آپ کا | 180 |
| 101 | چہرے | 182 |
| 102 | مانندِ پنچھیِ قفس صبح شام آہ و فریاد کرو گے | 186 |
| 103 | آئے سمیٹ لے کوئی بانہوں میں | 189 |
| 104 | پھرتا رہتا ہوں تصورِ یار کے بازاروں میں | 191 |
| 105 | وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ پی تو نہیں ہوئی | 193 |
| 106 | گُل و بلبل کی ہر سو گفت و شنید ہوتی ہے | 194 |
| 107 | محبت دم توڑ گئی میں جس دیار جاؤں | 195 |
| 108 | میرے دل کی ٹوٹی تاروں کا ساز غور سے سن | 196 |
| 109 | جب یہ شامِ قاتل ڈھل جائے گی | 198 |
| 110 | دل میں بسا کر مجھے خانہ خراب کرے | 200 |

# خالص جذبوں کا شاعر

کہتے ہیں مومن وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ مجھے حقیر بسمل کو دیکھ کر اللہ یاد آیا ہے۔ خوبصورت شخصیت نرم لہجہ پاک آرمی کا یہ آفیسر جو خالص جذبوں کا شاعر بھی ہے اللہ نے اسے بہت عزتوں سے نوازا ہے مگر مجال ہے کہ کوئی غرور کی جھلک بھی نظر آئے۔ مجھے حقیر بسمل میں کہوٹہ کے جناب بریگیڈیر جاوید احمد ستی کی جھلک نظر آتی ہے۔ عظیم پبلک سکول سے نکلے ہوئے اس نوجوان نے اپنی شاعری سے خیرت زدہ کر دیا ہے۔ اتنی چھوٹی عمر میں اتنے گہرے اور پختہ خیالات کسی دعا کا نتیجہ ہیں جو اس نوجوان کو لگی ہے۔ عاجزی وسادگی خلوص ومحبت بسمل کا سرمایہ ہیں۔ وطن ہم سب کے لیے ماں کی گود کی طرح ہے وطن سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور وطن محافظوں کیساتھ محبت ایک فطری عمل ہے۔ حقیر بسمل کی شاعری پڑھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ حقیر بسمل اپنی خوبصورت شخصیت اور شاعری کی وجہ سے میرے دل کے بہت قریب آ گیا ہے۔ میں حقیر بسمل کی سلامتی کے لیے دعا گو ہوں اور اسکی دلوں کو چھو لینے والی شاعری جس میں ایک بڑا مقصد پوشیدہ ہے اسکی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔ حقیر بسمل سے جو نہیں ملا مل کر دیکھ لے حقیر بسمل جس سے ملتا ہے اسے اپنا بنا لیتا ہے۔

دوسری صدی عیسوی کے ایک لاطینی مصنف نے دو اصطلاحیں وضع کیں جو ایک

دوسرے کی ضد تھیں یعنی ادبِ عالیہ اور عوامی ادب۔ پہلی اصطلاح سے مراد وہ شاعر یا ادیب ہے جو طبقہِ خواص کی محدود جماعت کی لیے لکھتا ہے۔ میں چونکہ خود اپنی شاعری کے معاملے میں کلاسکیت کے بندھے ٹکے اصول وقواعد کی تقلید کو پسند نہیں کرتا لہذا حقیر بسملؔ کی شاعری کو بھی کلاسکیت کی عینک لگا کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ میرے خیال میں عوامی ادب کی رسائی چونکہ عام لوگوں تک ہوتی ہے لہذا وہ کسی انقلاب کی بنیاد بن سکتا ہے۔

روسوؔ نے اپنے ایک خط میں تخیل یا آرزو کی بڑی اچھی تصویر کھینچی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ میں اپنے خوابوں میں مگن رہنا چاہتا ہوں آزادی سے فارغ البالی سے۔ اس طرح مگن کہ میرا دل تخیل کے گلگشت میں بے روک ٹوک پھرے۔ میری انتہائی خوشی اس میں ہے کہ میں بے غم پھرتا رہوں، تنہا، دور درختوں میں چٹانوں پر تا کہ میں آزادی سے جو چاہوں سوچوں یعنی ضابطے اور رسم کی ہر قید سے آزاد، بالکل آزاد۔ میں روسوؔ کے الفاظ کی نہ صرف پیروی کرتا ہوں بلکہ عزت بھی کرتا ہوں۔ البتہ اخلاقی پہلو کو ضرور مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ باقی کلاسکی مصنفوں کے وضع کردہ قوانین اور اسلوب سے ہٹ کر لکھنا اگر جرم ہے تو فکر کی کوئی بات نہیں ان اصولوں سے بغاوت تو شیکسپیئر نے بھی کی تھی۔

حقیر بسملؔ کی کتاب اردو ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ اس میں شامل اثر انگیز شاعری جدید فکری حسّیت، عصری معنویت، لب و لہجے کی گہرائی اور فکر کی پائیداری کے ساتھ ساتھ اپنے اندر جاذبیت رکھتی ہے۔

حقیر بسملؔ کی شاعری دلوں کے تار چھوتی ہے اگر کوئی ایک بار یہ کتاب ''زندانِ الم''

پڑھے گا تو بار بار پڑھنے کا دل کریگا۔یہی ایک شاعر کی کامیابی ہے کہ وہ قاری کو اپنی طرف متوجہ کر دے اور شاعری جیسے نرم و نازک ہتھیار سے اس کے دل و دماغ پر قبضہ کرے۔حقیر بسملؔ کی شاعری بلاشبہ اپنے اندر ایسی تمام خوبیوں سے مالا مال ہے۔اللہ نے حقیر بسملؔ کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔وہ پاک آرمی کا ایک قابل آفیسر اور اس کے ساتھ دنیائے ادب کا چمکتا ستارہ ہے۔زندانِ الم میں اس نے اپنے دکھ درد کے ساتھ دنیا کی ناہمواریوں پر بھی تبصرہ کیا ہے۔

حقیر بسملؔ اور زندانِ الم ذرا غور کریں تو ایک تصویر بنتی ہے۔ایک حساس دل رکھنے والا شاعر اپنے دکھ درد کے ساتھ اوروں کے دکھوں پر بھی تڑپ اٹھتا ہے۔حقیر بسملؔ کی شاعری میں اسلام، پاکستان اور دنیائے اسلام کا تذکرہ کثرت کے ساتھ ملتا ہے۔حقیر بسملؔ کی شاعری اس کے ارادوں سے پردہ اٹھاتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ نوجوان مستقبل میں عالم اسلام کا ایک بہادر مجاہد اور دنیائے ادب کا ایک عمدہ شاعر بنے گا۔حقیر بسملؔ اپنے ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں قلم اٹھائے عالمِ اسلام اور پاکستان کے لیے جدوجہد کر رہا ہے اور غریبوں اور مظلوموں کی آواز بن کر ابھرا ہے۔اللہ اسے اپنے ارادوں میں کامیابیاں عطا فرمائے۔آمین

احمد ستی (کہوٹہ)

۲۷ اگست ۲۰۱۸

# حقیر بسمل کی شاعری

لیفٹیننٹ سیف اللہ (حقیر بسمل) سے شعر وسخن کے حوالے سے میرا تعارف ایک انسان دوست، ادب دوست شخصیت میرے ماموں جان کرنل ضیغم طیب (ملتان) کی وساطت سے ہوا۔ بعدازاں بذریعہ ڈاک مجھے ان کا مسودہ موصول ہوا۔ مطالعہ کرتے وقت شدت سے احساس ہوا کہ موصوف کی شخصیت پر ان کے حقیقی و قلمی دونوں ناموں کے اثرات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ان کی شاعری میں باطل کی نبض کاٹنے والی سیف اللہ کی للکار بھی سنائی دیتی ہے اور انتہائی عاجز انسان کی انسانیت کی رشد و ہدایت کی تڑپ بھی دکھائی دیتی ہے۔ بلاشبہ وہ اپنے رنج والم کے زندان میں قید دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ پس سلاسل مجبور اور نادار نہیں بلکہ آزادی کے لیے مسلسل سعی کرتے نظر آتے ہیں محرومیوں کے کلیجے سے اُمید اور ملال کے سینے سے ہمت کشید کرتے پائے جاتے ہیں اور یہ تمام مشاہدات و واردات ان کی شاعری میں ڈھل گئے

ہیں۔یوں لگتا ہے جیسے انہوں نے زندگی کے ہر لمحے سے اور ہر پہلو سے حظ اٹھایا ہے۔

ہر رمز کو سمجھنے کی کوشش کی ہے زندگی کا ہر عقدہ وا کرنے کا جتن کیا ہے۔اپنے اندر کو ٹٹولتے ہوئے راز ہستی کو عیاں کرنے کی حد و جہد کی ہے۔ان کی شاعری قدم قدم پر یہ باور کراتی دکھائی دیتی ہے کہ یہ ایک مہذب، نفیس، شفاف، معصوم، سنجیدہ، باہمت اور پروقار دماغ کا رس ہے جو کئی پیاسوں کی تشنگی رفع کرنے کا ہنر جانتا ہے۔

اگر چہ ہیت کے اعتبار سے انہوں نے نظم اور غزل دونوں میں طبع آزمائی کی ہے لیکن غزل پر ان کی گرفت زیادہ مضبوط دکھائی دیتی ہے۔ان کی شخصیت میں موجود روحانیت کا اثر ہر جگہ برقرار رہا ہے اور کہیں پر بھی زائل نہیں ہوا۔وہ کچھ بھی کہنا چاہیں، کچھ بھی کہہ جائیں، تان عشق حقیقی پر ہی ٹوٹتی ہے۔

ان کا قلب سلیم، محبت کے لطیف جذبات سے لبریز نظر آتا ہے۔اگر چہ خیالات کا تنوع بھی وافر ہیں لیکن اپنے محدود دائرہ کار میں خوب جامعیت اور فصاحت و بلاغت رکھتا ہے۔وہ جو کہنا چاہتے ہیں، خوش اسلوبی سے کہ گزرتے ہیں چاہے انہیں اس کے لیے روایتی مروجہ پابند قوانین کے بندھن سے آزاد ہی ہونا پڑے۔حقیر بسملؔ کے کلام

میں جا بجا عشق مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی ہے جو قاری کا سینہ منور کر دیتی ہے اور قاری کے ساتھ ایک مضبوط روحانی تعلق بھی استوار کر لیتی ہے۔

حقیر بسملؔ جانتے ہیں کہ یہ وہ عشق ہے جو اصل الاصول بھی ہے اور حاصل ایمان بھی۔ اس لحاظ سے حقیر بسمل بہت خوش بخت ہیں کہ انہیں قدرت کی طرف سے وہ پاکیزہ دل ودیعت ہوا ہے جو خاص الخاص بندوں کو عطا ہوتا ہے۔ ان کی سوچ کا محور بتاتا ہے کہ ان کے شب و روز پاکیزہ جذبات و احساسات کی چھاؤں میں بسر ہوتے ہیں۔ ان کا قلب انوار تجلیات کی بارش میں نہاتا ہے جس سے دل کے تمام داغ دھل جاتے ہیں۔ وہ اپنے شعور کے قلم میں وجدان کی سیاہی بھرتے ہیں اور پھر قرطاس پر موتی بکھیرتے جاتے ہیں۔

باقی شعرا کی طرح حقیر بسملؔ کی طبیعت میں بھی حساسیت اور رقیق القلبی موجود ہے۔ وہ بڑے ذکی الحس انسان ہیں۔ صلح جو طبیعت کے حامل حقیر بسملؔ کی شاعری عاجزی کا پیکر ہے، امن کی دعوت ہے، جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہے، خلوص کا پیغام ہے، حقیقت کی آئینہ دار ہے، سچائی کا عکس ہے، تخیل کی فراوانی ہے، وجدان کی پرواز ہے، یاسیت و مبالغہ آرائی سے پاک ہے، بچپن کی یادیں ہیں، جوانی کا مقصد

ہے، تاریک شب کے سینے سے پھوٹتی سحر کی سپیدی ہے، مایوسیت میں سے نکلتی ہوئی امید کی کرن ہے، معرفت کا خزینہ ہے، فکرِ آخرت سے مزین ہے اور سب سے بڑھ کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہے۔

حقیر بسمل کی شاعری تصورات کے نئے جہاں میں داخل ہونے کیلئے کئی درمہیا کرتی ہے۔ انہوں نے ندرتِ ادا سے کئی پرانے خیالات کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔ کہیں تو وہ بزرگانہ خلعت اوڑھے ایک ناصح اور مصلح بن کر وعظ کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کہیں دوست بن کر غم بانٹے نظر آتے ہیں۔ بلاشبہ آنے والے وقت میں یہ امید کی جا سکتی ہے کہ حقیر بسمل نوجوان نسل کے نمائندہ شاعر بن کر صفحہ سخن پر ابھریں گے اور بھرپور طریقے سے آگہی کی اس امانت کو زمانے کے سپرد کرتے رہیں گے جو قدرت نے ان کو عطا کی ہے۔ ان کے زرخیز دل اور روشن دماغ کیلئے ڈھیروں دعائیں ہیں۔

**پروفیسر اویس خالد (چونڈہ، سیالکوٹ)**

# چراغِ نو

جس طرح خوشبو کو قید نہیں کیا جا سکتا بالکل اسی طرح اچھی شاعری بھی اپنا راستہ خود بنا لیتی ہے۔ شاعری کی دنیا میں اُگنے والے اِس خوبصورت پھول لیفٹیننٹ سیف اللہ کی پرورش جناب بریگیڈیر جاوید احمد ستی کے گلشن (عظیم پبلک سکول) میں ہوئی ہے۔ یہ اِس سکول کا کمال ہے کہ اس میں تربیت پانے والا یہ بچہ نہ صرف آرمی میں افیسر بنا بلکہ دنیائے ادب میں بھی اپنی روشنی بکھیرنے لگا ہے۔ میں ابھی حقیر بسمل سے ملا نہیں مگر اس کی جاندار اور شاندار شاعری پڑھ چکا ہوں۔ کم عمری میں ہی اس نوجوان شاعر کی شاعری میں جو سلجھاؤ صفائی اور درد پایا جاتا ہے وہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ حقیر بسمل دنیائے ادب کا چمکتا ہوا ستارہ اور دمکتا ہوا چاند ہو گا۔

میں اس نوجوان شاعر کیلئے دعا گو ہوں کہ اللہ اسکے قلم کو اور طاقت بخشے آمین۔

محمود الحسن ستی (اسلام آباد)
ڈپٹی ڈائریکٹر ایف آئی اے

بخشی وردِ سبحان اللہ نے تازگی میرے کلام کو
جیسے چیدہ کرے مے خالی و بے وقت جام کو

☆☆☆

# حمد

میری جبیں میں سجدے رکھے، مجھ خاکی کو مسلماں کیا
کیا ہی عظیم ذات ہے وہ، پیدا جس نے مجھے انساں کیا

لب ہلانے کی سکت نہ تھی کہ بیاں کر سکوں طلب اپنی
تنِ نازک کو میرے صورتِ شباب تو نے کوہستان کیا

بحرِ رسوائی میں جب بھی کودا کنارہ تو نے دیا
میری ذات پہ لگے صدہا داغوں کو تو نے بے نشاں کیا

ہر لذتِ گناہ چکھی پھر بھی ہوں پارسا نگاہِ دنیا میں
تیرا پردہ آن گرا جہاں میں نے اپنے لیے زادِ پشیماں کیا

نہ ظلمِ زمانہ مجھے ہرا پایا نہ آبِ میخانہ بہکا پایا
سہل تو نے میرے لیے دنیا کا ہر کڑی امتحاں کیا

تیری راز داری پہ، دنیا کی رازافشانی پہ ہے یقیں مجھ کو
اسی لیے تو ہر جرم تیرے ہاں دنیا سے نہاں کیا

یہ گماں اٹھتا ہے دل میں کہ روزِ حشر ہر بشر کو شاید بخش دے تو
تیری رحمت و بے نیازی نے مجھے کچھ اس قدر حیراں کیا

رزق تیرا گھر گھر ،بستی بستی، کو بہ کو پہنچتا ہے بن مانگے
کتنا کریم ہے تو جس نے در پہ اپنے امیر و غریب کو مہماں کیا

☆☆☆

●●●●●

ہم غریبوں کو نوازنے والے تیری بات ہی کیا ہے
تیرے کرم کے آگے میرے سجدوں کی اوقات ہی کیا ہے

جب سے تیرا دست تھاما چلنا کچھ سہل سا ہو گیا
میری نظروں کے سامنے اب یہ کائنات ہی کیا ہے

مسافت میں تجھے پکاریں رستے سمٹ جاتے ہیں
تیرے اسمِ منور کے آگے تیرگیِ رات ہی کیا ہے

☆☆☆

# ایمان

نگاہ نے دیکھا گناہ کو نہ روکا نہ ٹوکا نہ برا منایا بےعمل
اختتامِ درجاتِ ایماں ہوا، اب تم ہی بتاؤ میں کون ہوں

☆☆☆

# حمد

بارانِ رحمت برس رہی ہے صبح شام یہاں
مگر حیف کہ سب اٹھائے کھڑے ہیں ٹوٹے جام یہاں

یہ رنگ و بو، یہ شمس و قمر اور ستارے
ابھرتا ہے ہر اک شے سے تیری قدرت کا پیام یہاں

خاکِ سجدہ سے شاخِ شفا ابھرنے کو بیتاب ہے
ہم دربدر پھر رہے ہیں اٹھائے زخم و آلام یہاں

بس ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی سب زخم بھر گئے
اور مسیحاؤں کے پاس میسر ایسے بام کہاں

نہ ذرا مجال کسی بشر کی کہ حدودِ عالم سے نکل جائے
مالکِ دو جہاں کس قدر منظّم ہے تیرا نظام یہاں

وہ حاکمِ دو جہاں سلب کر لے اگر قوتِ دست و پا
حشرات سے بھی نہ لے سکیں ہم انتقام یہاں

پیروں کے متلاشی آ تجھے علمِ پیری سکھا دوں
فقط خدا کے پیش سر جھکانا بناتا ہے سب کام یہاں

یوں تو ملِ میں سینکڑوں سپردِ خاک ہو جاتے ہیں
مٹے جو راہِ حق میں پا گئے دوام یہاں

☆☆☆

اک گناہگار تیری بارگاہ میں سر جھکائے کھڑا ہے
تیری رحمتوں کے لیے جھولی اپنی پھیلائے کھڑا ہے

ابرِ کرم سے پاک کر دے اسے
گناہوں کا بار جو یہ اٹھائے کھڑا ہے

☆☆☆

# دُعا

اے شافیِ کل، میں تجھ سے مرضِ دل کی شفا چاہتا ہوں
مانگوں فقط تجھے جس میں، ایسی دعا چاہتا ہوں

تیری صدائے رحمت کو بارہا ٹھکرایا میں نے اب تلک
اے قابضِ جانِ جہاں، میں تجھ سے معافیِ خطا چاہتا ہوں

ادھورے سجدوں میں میرے ہجر و وصال سا رنگ رکھ دے
تیرے عشق کی گلیوں میں کچھ ایسی فضا چاہتا ہوں

اے حسن آفریں میری رگ رگ نس نس میں بس جا
دو دن کے یہ باغ و بہار گل و گلزار بھلا چاہتا ہوں

آنکھوں کو میری حیا دے دل کو پیمانۂ صبر عطا کر
تیرے عشق میں قلب و جگر جسم و جاں تک لٹا چاہتا ہوں

تجھ سے نہاں کچھ نہیں قریہ قریہ، نگر نگر، کو بہ کو تُو ہے
اے رگِ جاں کے مکیں، تجھے ہی رازداں بنا چاہتا ہوں

اِک بار جلوہ دکھا، کہ قلب و نظر تیری جستجو میں نکل پڑیں
میں سگِ زمانہ، تجھ سے ناطہ حدا چاہتا ہوں

☆☆☆

گمراہ کرتی ہیں یہ بہاریں، خدایا ہمیں خزاں دے
ہوں جس میں گلِ فراق زیادہ، ہمیں وہ گلستاں دے

ہو کسی سے ملن بھی ہم تیرا بابِ کرم کھول بیٹھیں
اپنی ذات سے وہ ناطہ، وہ قوتِ ایماں دے

☆☆☆

# حالِ دل

میں بے مروت و بے وفا، پھر بھی تو مہرباں رہتا ہے
باغیچہء دل میں سدا بہاروں سا سماں رہتا ہے

خاکِ پائے غریب ہوں حیثیت میری برگِ بے شاخ سی
نگاہِ دنیا سے مگر ہر داغ و عیب میرا نہاں رہتا ہے

میں نے صبح و شام، سرعام تیرے حکموں کا اڑایا مزاح
پھر بھی تیری رحمتوں کا نزول یہاں رہتا ہے

حالِ مسلم پہ رنجیدہ و افسردہ ہیں عرش و فرش
تیار پھٹنے کو زمیں بیتاب برسنے کو آسماں رہتا ہے

میں ساجدِ نفس ہوں ہزاروں خدا میرے
سر پہ میرے دنیا، زیرِ پا ایماں رہتا ہے

☆☆☆

# حمد

خدا ہی ہے جو پتھروں سے چشمے نکالتا ہے
وہی بادشاہ کو، وہی بے دست و پا کو پالتا ہے

کہیں دن کو فروزاں کرے سورج کی کرنوں سے
تو کہیں ظلمتِ شب میں ستاروں سے فلک سنوارتا ہے

تُند موجوں کو چیرتی کشتیاں اسی کا کمال
وہی تو ہے جو بیج سے اشجار، اشجار سے اثمار نکالتا ہے

لالہ زاروں میں یہ پُر کیف مہک اُسی کے دم سے ہے
وہی بے رنگ و بُو شگوفوں میں رنگِ گل ڈالتا ہے

میں نے ہر سہارے میں اُس کا ہاتھ دیکھا ہے بسمل
وہی میرا درد مٹاتا ہے، وہی میری الجھنیں سنوارتا ہے

☆☆☆

•••••

ہر ہر شے میں بسا ہے
وہ ایک ہے لا تعداد سا

☆☆☆

# اے خدا

اِک بار کہہ دے کہ تو مجھ سے خفا نہیں ہے
میں جزو ہوں تیرا، تو مجھ سے جدا نہیں ہے

میں طالب ہوں تجھ سے تیری الفت کا
تجھ میں جفا نہیں ہے، مجھ میں وفا نہیں ہے

یہ سب، یہ شمس و نار، سب روپ ہیں تیرے ہی
تُو ہی تو ہے تیرے سوا کوئی خدا نہیں ہے

میں ناداں تیری رحمتوں کے عوض الجھ پڑا تجھ سے
پھر بھی تُو ایسا ہے، جیسے میری کوئی خطا نہیں ہے

میں خاک گلیوں کی، میری اوقات ذرہ سی
تو جانتا ہے، مجھ میں کوئی انا نہیں ہے

اک زخم لیے تیرے در پہ آیا ہے بسمل
وہ زخم کہ جسکی، کسی اور دست میں شفا نہیں ہے

☆☆☆

# غزل

ہر تین کی مجلس میں چوتھا ہے تُو
مگر محسوس کر نہ پایا کوئی شاملِ گفتگو

شک نہیں ذرہ برابر تیری ذات میں
آرزوئے دل ہے مگر دیکھوں تجھے روبرو

تخلیق تیری، تیرے حسن کا پتہ دیتی ہے
کیا خوب ترتیب دیا تو نے تن کا ہر عضو

جابجا خواہشوں کی دھول ہے جمی ہوئی
کوئی بندۂ خدا سکھا دے دل کا وضو

اس مدِ حالی کا گلہ کیا کریں تجھ سے
ہر عذاب کو کِیا آپ ہی ہم نے مدعو

جل اٹھا جس دل میں عشق کا چراغِ طہور
بے اثر اس پہ ابلیس، تیرا ہر جادو

راہِ حق میں جہاد لازم ہے اپنے خلاف بسمل
ردائے ایماں تار تار کرتا ہے خارزارِ آرزو

☆☆☆

.....

پردہِ چشم اٹھاؤں تو چاند ستاروں میں تُو ہے
کہیں خزاں میں تو کہیں بہاروں میں تُو ہے

یہ برق رفتار نظریں جہاں پہنچی وہاں پایا تجھے
کہیں بیچ بھنور کہیں کناروں میں تُو ہے

روبرو تجھے دیکھ سکوں ان آنکھوں میں دم نہیں
دل کو لبھاتے ان لالہ زاروں میں تُو ہے

کہیں سینہِ سنگ چیر کر چشمے اٹھائے تو نے
تو کہیں دل نشیں آبشاروں میں تُو ہے

☆☆☆

مزاج ہمارا رسولوں سا کر دے
ہمیں رنگیں پھولوں سا کر دے

☆☆☆

# دعا

خدایا حوضِ کوثر کا جام کر دے
مجھے ساقیِ کوثرؐ کا غلام کر دے

مقدر پہ میرے شہدا ناز کریں
غلامیِ رسولؐ میں زندگی تمام کر دے

نور سے جنکے جہاں کو اجالا ملا
انہی کی چاہت میں میری شام کر دے

حبیبِ خدا نے ناپسند کیا جسے
ایسی ہر راہ میں مجھے ناکام کر دے

ہر بندے میں ہو ادائے حبیبؐ
سنت کو خدایا اس قدر عام کر دے

ہوں مجبور پذیرائی کیلئے اغیار بھی
ہر فتنے سے پاک دینِ اسلام کر دے

☆☆☆

# نعت

چلو ہم نامِ مصطفیٰؐ چوم لیں
چلو ہم جامِ شفا چوم لیں

لبوں کو مہک و تازگی مل جائے
انؐ کے شہر کی ہوا چوم لیں

زخم بھی سرور دینے لگیں
آپؐ کے نام کی اگر سزا چوم لیں

آپؐ کا اسم مرکب چار حروف کا
ہم ہر حرف، حدا حدا چوم لیں

سلطان اُن سے بھیک مانگیں
جو آپؐ کی خاکِ پا چوم لیں

ہم فرشتے سے ہو جائیں بسمل
جو آپؐ کی ہر ادا چوم لیں

☆☆☆

بندۂ مومن! تُو سمجھا ہی نہیں عشق کیا ہے
چاک سینۂ سنگ و دریا کرے، یہ وہ عصا ہے

☆☆☆

# امام حسینؓ

بظاہر آنکھوں سے ہیں نہاں حسینؓ
درحقیقت تا ابد ہیں ہمارے درمیاں حسینؓ

دینِ حق کو آبِ حیات بخشا سر کٹا کے
گلستانِ اسلام کے ہیں باغباں حسینؓ

یزید تو بلبلِ میں مثلِ حباب مٹ گیا
کٹا کے سر ہو گئے جاوداں حسینؓ

رہے گا تا قیامت زندہ ذکرِ حسینؓ
کر گئے رقم ایسی اک داستاں حسینؓ

عمارتِ حق کا ہیں ستون حسینؓ
محمدؐ لائے دیں ہیں پاسباں حسینؓ

سجدوں سے آتی ہے بوئے حسینؓ
جہاں صدائے اذاں گونجی وہاں حسینؓ

کربلا میں پانی جن کے لبوں کو ترسا بسمل
آبِ کوثر پہ ہوں گے وہ میزباں حسینؓ

☆☆☆

# قیامت قریب ہے

بتا رہے ہیں نشاں کہ قیامت قریب ہے
اٹھ جاگ مسلماں کہ قیامت قریب ہے

بے نیاز ہے خدا تیرے سجدوں سے
کر اپنا دھیاں کہ قیامت قریب ہے

وہ تابشِ شمس و جہنم اور تیرا تنِ نازک
اوڑھ لبادہِ ایماں کہ قیامت قریب ہے

فقط خدا کو ماننا کافی نہیں اے غافل
چھوڑ رسومِ کفر خدا کی مان کہ قیامت قریب ہے

بہشتِ دجال ہے سراسر دجل و فریب
مسلم سن صدائے قرآں کہ قیامت قریب ہے

تہذیبِ مغرب کا نغمہ خواں سنت سے پشیماں
بتا رہا ہے عملِ مسلماں کہ قیامت قریب ہے

لشکرِ فرعون میں کھڑے ہیں مسلماں اکثر
چند دریدہ گریباں ہیں فریاد کناں کہ قیامت قریب ہے

بہت ستم ڈھا چکے تجھ پہ منافقین و کفار
چند روز اور صبر اے پیکرِ ایماں کہ قیامت قریب ہے

ہر کلمہ گو نہ سمجھ سکے گا دجلِ دجال
بسمل بن عملاً مسلماں کہ قیامت قریب ہے

☆☆☆

# حضرت علامہ اقبالؒ

کلامِ لاکلام سے ناآشنا ہے امت
گل و گلفام سے ناآشنا ہے امت

میخانہ کھلا ہے کوئی مے باز ہی نہیں
مئے بے دام سے ناآشنا ہے امت

روحِ زخم خوردہ کو آرام بخشے جو
اس لیپ و بام سے ناآشنا ہے امت

فرعون کو دریا برد کرنے آئے ہیں کلیم
خدا کے انعام سے ناآشنا ہے امت

بادہِ ایمان سے پا دھوتا ہے کفر آج
ساغر و جام سے ناآشنا ہے امت

چراغِ حق جلایا جس نے دشتِ کفر میں
اس شانِ اسلام سے ناآشنا ہے امت

مرشدِ کامل کہاں آج اقبال سا بسمل
اقبال کے مقام سے ناآشنا ہے امت

☆☆☆

ہر دل پہ دولت کا راج ہے
اسی لیے تو ہم غیروں کے محتاج ہیں

سرِ بزم ناچتی ہے بنتِ آدم
ہر سو اچھلتے غیرت کے تاج ہیں

☆☆☆

عرش اپنا ہے، مصنوعی بارشوں کا سہارا نہیں لیتے
ہم درِ خدا کے سوالی، سفارشوں کا سہارا نہیں لیتے

☆☆☆

# محسنِ قوم جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے نام

آرامِ شب رونقِ صبح نگہتِ لالہ زار آپ سے ہے
میرے شہروں میں جو چل رہی بادِ بہار آپ سے ہے

سوچ کے انجام لرزتا ہے کلیجہ حریف کا
دشمن کے ارادہِ ناپاک کے آگے دیوار آپ سے ہے

لاشوں کا رقصِ بسمل مقدر ہوتا اپنا
گلی گلی، کوچے کوچے امن کی آبشار آپ سے ہے

بے خطر نبھا رہے ہیں سب رسم و روایات ہم
وہ گاؤں کے نظارے یہ رونقِ بازار آپ سے ہے

تھا غلامی سے چھڑایا ہمیں قائدؒ و احبابِ قائدؒ نے
مگر چمن میں بادِ حریت برقرار آپ سے ہے

زنداں میں کہاں پنچھی چہچہانے دیے جاتے ہیں
ہماری اداؤں میں بانکپن لفظوں میں خمار آپ سے ہے

کیسے نہ مانے ہر فردِ ملت آپ کو محسن اپنا
دنیا کی طاقتوں میں نام اپنا شمار آپ سے ہے

شہرِ ظلمت میں جو شمع جلی تو ہمیں نشانِ منزل نظر آیا
برسوں کا سویا ہوا کہوٹہ آج بیدار آپ سے ہے

☆☆☆

# مردِ کہستاں (جناب بر گیڈیر جاوید احمد ستی)

جب آنکھ کھولی جہالت کے ڈیرے تھے
شمعِ حق گل تھی ہر سو اندھیرے تھے

تھا میسر ہمیں در پہ روغن و یاغ
پھر بھی خشک رکھے ہوئے تھے بطنِ چراغ

برگ و لالہ میں نہ تھا امتیاز کسی کو
میسر آتا کیسے مقامِ فراز کسی کو

سکوں تلاشتے تھے بے جا خرچی میں، گیتوں میں
الجھے ہوئے تھے سب دیرینہ و فرسودہ ریتوں میں

کہیں چلتی تھی رشوت، کہیں اشجار کٹتے تھے
نافرمانیِ خدا میں، اپنے لیل و نہار کٹتے تھے

روشنی ہم سے کوسوں دور رہتی تھی
چوکھٹ چوکھٹ سے دھارِ ظلمت بہتی تھی

پھر مرشدِ راہ لوٹ کے آئے چمن میں
سمیٹ کے لائے رشد و ہدایت دامن میں

حالات نے پلٹا کھایا خدا مہرباں ہوا
کِھل اٹھی کلیاں رنگا رنگ گلستاں ہوا

حق شناسی کے چراغ ہر سو جلنے لگے
ہدایت کے سائے میں طفل پلنے لگے

سرکش سرکشی و تباہی سے رک گئے
مردِ کہستاں کے پیش ادباً جھک گئے

مے بازوں کو کوزہ و صدف مل گیا
بھٹکے ہوؤں کو شعورِ ہدف مل گیا

زخمِ دشت بھرنے لگے اشجار محفوظ ہوئے
کاوشِ مردِ مجاہد سے گل و گلزار محفوظ ہوئے

تھے جو بے سہارا انھیں سہارا مل گیا
ناداروں کو غم و مفلسی سے چھٹکارا مل گیا

اجڑا ہوا بھہند پھر سے آباد ہوا
کہوٹہ کا ہر فرد قیدِ ظلمت سے آزاد ہوا

کوئی بھی رت ہو گل و لالہ کھلے رہتے ہیں
اہلِ چمن کے دامن و گریباں سلے رہتے ہیں

فرسودہ و بے جا ریتوں کی شام ہو گئی ہے
صدائے قرآن و سنت یہاں عام ہو گئی ہے

آپ ہی کی کاوشوں سے چمن میں بہار آئی
آپ ہی نے تو ہر جا ہدایت کی شمع جلائی

آپ کی تعریف ہو کیسے بیاں اب
کہ کوزے میں سماتا ہے سمندر کب

دیں کے نگہباں، آپ کو میرا سلام
اے مردِ کہستاں، آپ کو میرا سلام

☆☆☆

# سانحہ پشاور (اے پی ایس)

اے میرے وطن تیرے غم میں باغ و بہار روئے
اداس اداس ہیں خوشبوئیں گل و گلزار روئے

تیری کلیوں پہ گرائی گئیں بجلیاں ستم کی
تڑپتے وجودِ نازک دیکھ کر یگانے و اغیار روئے

آئی جن کی شاخیں ستم گروں کی زد میں
سمیٹ کے جگر گوشے زار و قطار وہ اشجار روئے

تھا اس قدر درد سے لبریز سانحہِ پشاور کہ
سن کے آہ و بکا باہوش و بیمار روئے

لمحوں نے اوڑھ لیں ماتمیں ردائیں ان دنوں
کلیوں کا رقصِ بسمل دیکھ کر لیل و نہار روئے

یہ نظارہِ ظلم و بربریت سہا نہ گیا ہم سے
دامن سے پوچھ ہمارے ہم جابجا بار بار روئے

لہو آمیز گل و شاخ دیکھ کر
اے باغیچہِ دریدہ گریباں ہم دیوانہ وار روئے

☆☆☆

لہو سے سجاتے ہو گلیوں کو
کیا موت آ گئی پھول کلیوں کو

☆☆☆

اک ملک جو ملا تھا، لُوٹ کے کھا گئے
خاک جیتی یہ مخلوق، حکمراں ہمارے اگر خدا ہوتے

☆☆☆

# کب تک

خزاؤں کا پڑاؤ یہ لہو کی برسات کب تک
روشنیوں کے شہر میں یہ اندھیری رات کب تک

زندگی کو خیر آباد کہہ کر نکلتا ہے گھر سے نکلنے والا
معصوم جانوں سے کھیلیں گے یہ حالات کب تک

لہو آلود بستیاں، بیتاب تختیں ہیں تمھیں حکمرانو
امن قاتلوں سے ہوں گے مذاکرات کب تک

یہ آہ و پکار، یہ سسکیاں مقدر بن گئیں
قیدِ ظلم و ستم سے ملے گی نجات کب تک

کونپلوں سے چھنتا رہے گا شباب کب تک
زیرِ پا کچلے جائیں گے انسان مثلِ حشرات کب تک

مسرتوں کی لہر سانسوں میں اترے گی کب
ہوائے بہار کے لیے ترستے رہیں گے یہ مکانات کب تک

اربابِ چمن کب حق دلوائیں گے گل و بار کو بسمل
انسانیت کا گلہ گھونٹتے رہیں گے یہ حالات کب تک

☆☆☆

عالمِ ناسوت سے کچھ ہلاکت انگیز انقلاب اٹھنے لگے ہیں
روئے نسواں سے اب تو زیورِ حجاب اٹھنے لگے ہیں

ساتھ پلے برگِ شاخ نے میری شادابی سے حسد کیا ہے
دل سے میرے اب تو کچھ اپنے مثلِ حباب اٹھنے لگے ہیں

☆☆☆

# حیا

آؤ مل جل کر ڈوبتی حیا بچائیں
تم اچھا لباس پہنو، ہم نظریں جھکائیں

☆☆☆

# تغیر

کشیدگی کے بیج بوئے تھے خود، کیا کہیے حالات کو
آج ترس کے رہ گیا انساں اپنوں سے ملاقات کو

زمانے کی دھول نے دل کے آئینے دھندلے کر دیے
فقط انگلی اٹھتی اوروں پر، سب بھولے ہیں اپنی ذات کو

رہزنی مدکاری تھی جو کبھی، وہ آج پیشہ ہے
سرِ عام لٹتے ہیں مال و متاع کیا دن کو کیا رات کو

بادہ کش لبوں سے لگائے جام پھرتے ہیں
نگاہِ تکریم سے دیکھتی ہے دنیا پیرِ خرابات کو

ناداروں پر ظلم و ستم، امیر اپنا حق جانتا ہے
دل میں دفنا کر رو لیتا ہے غریب سب شکایات کو

دیا جلانے کیلئے تیل نہیں زخم بجھانے کیلئے مرہم نہیں
سو جاتا ہے غریب سینے سے لگا کر غموں کی سوغات کو

مقصدِ تخلیق سب بھولے بیٹھے یہاں بسمل
کس نے بنایا کس لیے اس کائنات کو

☆☆☆

بھیگی بھیگی سی ہیں پلکیں، چہرے ہیں زرد بہت
یہ دنیا غم کی کھیتی، یہاں اگتے ہیں درد بہت

کچلی جاتیں ہیں یہاں حسرتیں امیر و غریب کی
تسکین و راحت کے آئینوں پہ پڑی ہے گرد بہت

☆☆☆

# ترانہ

عظیم پبلک سکول تجھے سلام
تاقیامت زندہ رہے تیرا نام

ابرِ رحمت برسے تجھ پہ صبح و شام
عرش کو چھوئے تیرا مقام

تو نے پہاڑوں میں سوئے شیر جگائے
وادیء گل و لالہ کو آئینے دکھلائے

ظلمتوں سے لڑ رہے ہیں تیرے سائے
تیرے نور نے سب اندھیرے مٹائے

ہمت کا پیکر ہے تیرا امام
عظیم پبلک سکول تجھے سلام

ہمارا حسن و وقار تجھ سے ہے
اس دشت میں بہار تجھ سے ہے

تُو علم و ہنر کا ہے اک پھول کھلا ہوا
تجھ ہی سے یاں ہر سو اجالا ہوا

اسلام کی تصویر ہے تیرا نظام
عظیم پبلک سکول تجھے سلام

ہمارے سینوں میں ہے لکھا نام تیرا
اندھیروں میں ہے شمع پیغام تیرا

فضائے کوہستاں کرتی ہے احترام تیرا
ہماری دعاؤں میں ذکر صبح و شام تیرا

جلا کے لہو کرنا ہے روشن تیرا نام
عظیم پبلک سکول تجھے سلام

☆☆☆

# دہشتگردی

تیر و تلوار سے دین سکھاتے ہو
کیوں تم اسلام کا مزاق اڑاتے ہو

جور و بربریت کا نام جہاد رکھ کر
کیوں اس چمن کو قتل گاہ بناتے ہو

لاکھوں معصوم جانوں کے قاتل تم ہو
کیسے خود کو مسلماں کہلاتے ہو

عرش و فرش لرز اٹھتے ہیں
جب بھی کہیں بھی لہو تم بہاتے ہو

یہ کٹے جسم تم سے سوال کرتے ہیں
کیسے ظالمو تم انساں تک کہلاتے ہو

وطن محافظوں پہ گولیاں تم برساتے ہو
پھر ان کی لاشوں پہ جشن مناتے ہو

روزِ محشر کیا جواب دو گے خدا کو
دینِ حق کے نام پہ دہشت پھیلاتے ہو

☆☆☆

# غم کی کھیتی

بھیگی بھیگی سی ہیں پلکیں چہرے ہیں زرد بہت
یہ دنیا غم کی کھیتی یہاں اُگتے ہیں درد بہت

دلوں پہ ہر پل اداسیوں کے پہرے رہتے ہیں
لاکھ دوا کر کے بھی زخم گہرے رہتے ہیں

آہیں سسکیاں واویلا ہے شہر شہر کو بہ کو
مانندِ آب یہاں اب تو بہتا ہے لہو

محبتوں کا قتل ہوا نفرتوں کا راج ہے
ظالموں کے ہاتھ میں حکومت سر پہ تاج ہے

یا خدا دے حوصلہ مجھے کہ یہاں رہ سکوں
دلِ نازک پہ یہ جور و ستم سہہ سکوں

نہ ہو کوئی خوف مجھے میں سر بکف پھروں
تیری خاطر اٹھوں فقط تیری خاطر گروں

☆☆☆

کس کس کو بیچارہ کرے سجدہ بسمل
بندۂ غریب کے ہیں خدا ہزاروں

☆☆☆

# شرمندگی مرگئی

حرص و حوص کی گلیوں میں زندگی مر گئی
دنیا ایسی رنگیں ہوئی کہ بندگی مر گئی

اب تو اپنے داغوں پہ ناز کرنے لگی ہے دنیا
ستم سہہ سہہ کر شرمندگی مر گئی

اسلام سے قبل کا زمانہ پھر سے آن کھڑا ہے
کون کہتا ہے کہ جاہلیت و درندگی مر گئی

گلزارِ سندھ کی اجڑی کلیوں کا غم کیا بتاؤں
حدوں کو چھو کر انکی تشنگی مر گئی

قتلِ گل پہ شاخ تک غمگیں نہیں ہوتی بسمل
اس ارضِ تاباں پہ دلوں کی تابندگی مر گئی

☆☆☆

# برہان وانی شہید

ہر دل میں غمِ فراق ہے، ہر آنکھ میں پانی ہے
کو بہ کو چرچہ، لب لب پہ ذکرِ برہان وانی ہے

وہ جس نے لہو سے اپنے ہزاروں دیپ جلائے
شہادت اس کی چمن کے لیے حیاتِ جاودانی ہے

سر پہ کفن باندھ کے کھڑے ہیں سب پیر و جواں
دل میں شوقِ شہادت، رگوں میں اک طغیانی ہے

اجل کی تاک میں پھرنے والے موت سے کیا ڈریں
سینوں میں ہمارے قرآں، جبینوں میں قوتِ ایمانی ہے

بھائی ہیں ہم سب جو الگ ملکوں میں مکیں تو کیا
چاہے کوئی سعودی ہے، ایرانی ہے یا افغانی ہے

صف آرا ہیں سب تیرے ظلم و ستم کو مٹانے کیلئے
تیری تقدیر میں اب تو فقط شکست و پشیمانی ہے

شہادتِ وانی پہ یوں جشن نہ منا اے میرے دشمن
اب تو ہر شخص کا یہی عزم ہے، یہی کہانی ہے

دشمن کو یہ گماں کہ مٹا دیا مگر حقیقت یہ کہ
شہید تو لافانی ہے زندہ ابھی وانی ہے
زندہ ابھی وانی ہے

☆☆☆

حیف کہ بحرِ فریب میں پھینک دی گئی امتِ محمدیؐ
حیف صد حیف کہ انھیں خبر تک نہ ہوئی اس سانحے کی

☆☆☆

# تہذیبِ مغرب

مغرب نے آزادی کے نام پر تباہی دی ہے
طفلِ ناداں کو انگارے تک رسائی دی ہے

زہرِ کفر پی پی کر دل مردہ ہوئے اپنے
وگرنہ صدائے حی علی الفلاح تو بارہا سنائی دی ہے

دینِ حق مانندِ کشتیِ نوحؑ پناہِ واحد ہے
طوفاں زدہ مغرب نے تجھے اس سے رہائی دی ہے

ہم محرومِ نظر، واللہ لبِ جہنم تک پہنچ چکے
اہلِ نظر نے بارہا جابجا دہائی دی ہے

وارِ مغرب سے نابینا ہوئے وگرنہ اسلام نے
پردہِ غیب چاک کرے ہمیں وہ بینائی دی ہے

جس زر و زمیں کی خاطر چھوڑی راہِ مبیں ہم نے
اس بے لحاظ نے بدلے میں نارِ جہنم کی کھائی دی ہے

بہلا تُو اندھوں کو، حور و مے اپنی سے ابلیس
حقیر بسمل کو خدا نے بینائی دی ہے

☆☆☆

# غزل

وہ ظالم ہوا چلی کہ احساسِ ارباب جل گئے
کانٹوں کی حکومت آئی ہے گلاب جل گئے

دولت کی حوص نے نیندیں قتل کر ڈالیں
شب شب نہ رہی یارو خواب جل گئے

ہر سو آگ دکھتی ہے کس اور چلے کوئی
جھوٹی امید تک نہ رہی سراب جل گئے

مومنو! رو رو پکارتا ہے تمھیں فریضہ تمھارا
حیا تڑپ رہی ہے حجاب جل گئے

نمائشِ محبت چل رہی ہے بڑے زور شور سے
کتابِ عشق سے وفا کے باب جل گئے

آہ و ماتم سے فرصت ملتی نہیں اہلِ چمن کو
کئی بچپن کئی لڑکپن کئی شباب جل گئے

رشوت نے سی ڈالے ہونٹ عدالتوں کے
مظلوم کے سوال ظالم کے جواب جل گئے

انصاف خانوں کو آگ پکڑ چکی اس قدر کہ
بجھاتے بجھاتے کئی شہرِ آب جل گئے

سرِ عام لگنے لگے دام جسموں کے بسمل
رخِ بے حیائی پر سے نقاب جل گئے

☆☆☆

# لوگ پرانے

مال و زر جسم و جاں سے بے پروا دیوانے کیا خوب تھے
جب احساس زندہ تھا، محبت سچی تھی وہ زمانے کیا خوب تھے

خوشیاں سب کی سانجھی تھیں، سانجھے تھے سب کے غم
جہاں سب کو میسر ایک سا جام تھا، وہ میخانے کیا خوب تھے

امام و غلام سب ایک ہی میزان پر جانچے جاتے تھے
ہر مجرم پاتا تھا سزا، وہ انصاف کے پیمانے کیا خوب تھے

ادائے حسن میں سادگی تھی، تڑپِ عشق میں پاکی تھی
صادق احساس چھلکتا تھا جن سے، وہ ترانے کیا خوب تھے

رکھ کر اپنی گردن پہ پاؤں اوروں کی جان بچانے والے
وہ بیگانے کتنے عظیم تھے، وہ بیگانے کیا خوب تھے

بطن خالی بجھے چراغ شکستہ دیوار و در بسمل
مفلسی میں بھی شاکر رہنے والے لوگ پرانے، کیا خوب تھے

☆☆☆

# لوگ

اچھے، برے، غریب اور نواب لوگ
رہتے ہیں یہاں انگنت اور بے حساب لوگ

بوئے خزاں آتی ہے کچھ بیچاروں سے
اور کچھ دلربا مست ادا اور شراب لوگ

جامِ مفلسی پیتے ہیں زاہد و متقی
محلات میں رہتے ہیں اکثر خراب لوگ

سرِ بازار، رقصاں ہے جہالت یہاں
رہن سہن کے بھول گئے آداب لوگ

قدم قدم پہ بدلتے ہیں بھیس اپنا
فریب کی کھیتیاں یہ سراب لوگ

محبتوں کا سورج غروب ہوا
گوہر سے ہو گئے تراب لوگ

اے زیبِ چمن ہمسفر چن کوئی اہل دانش
شاعر ہوتے ہیں اکثر خراب لوگ

☆☆☆

# زندگی

کہیں صبح تو کہیں شام ہے زندگی
کہیں شہرت تو کہیں الزام ہے زندگی

کل آنکھ کھولی تھی آج بند ہونے کو ہے
کچھ اس قدر تیز گام ہے زندگی

کیوں لہو اپنا جلاتا ہے محل و مکاں کے پیچھے
کچھ دن کا قیام ہے زندگی

رحمتِ خدا سے نہ ہو مایوس بندے
آج رسوائی تو کل انعام و کرام ہے زندگی

مر چکا وہ دل میں جس کے درد نہیں
تلخیوں کو ہنس کر سہنے کا نام ہے زندگی

یا خدا میری زندگی کو دوام دے
میرے لیے میرا کلام ہے زندگی

☆☆☆

# آنکھیں

لبوں کو روز و شب اشک پلاتی ہیں آنکھیں
نوائے دل اندازِ نو سے سناتی ہیں آنکھیں

رخِ ہم نشیں کی خوب روئی نہ پڑھ سکے بے نظر
حسنِ گل و لالہ سے پردہ اٹھاتی ہیں آنکھیں

شدتِ دردِ زخم بے دیکھے محسوس نہ ہو پائے
عروسہِ دل کو زیورِ احساس پہناتی ہیں آنکھیں

شکایت ان کی اندازِ گفتگو سے پڑھ لی ہم نے
کوزہِ دل کی گہرائیوں تک جاتیں ہیں آنکھیں

غلافِ چشم شریکِ جشن ہوتا ہے مسرتوں کے موسم میں
پلکیں ہلا ہلا کر مسکراتی ہیں آنکھیں

ہر شے ثنائے کارساز کرتی ہے بسمل
ہر شے میں حسنِ ازل دکھاتی ہیں آنکھیں

☆☆☆

# سورج

چل چل کے تھکتا نہیں سورج
جل جل کے بجھتا نہیں سورج

تنِ تنہا سرِ چرخ پھرتا ہے
کسی سے ڈرتا نہیں سورج

دھوپ میں جلتی رہیں کلیاں
اپنی راہ سے ہٹتا نہیں سورج

روز و شب مرتے ہیں انساں
مگر کبھی مرتا نہیں سورج

ویرانیِ شب سے کھَرا تا ہے
راتوں کو چڑھتا نہیں سورج

ہم دیکھتے ہیں سورج کو
مگر ہمیں دیکھتا نہیں سورج

نجانے کیوں پوجتے ہیں لوگ اسے
کسی کی کچھ سنتا نہیں سورج

☆☆☆

# دوستوں کے نام (ایم سی جے)

اِس بھیگی برسات میں کچھ بچھڑے یاروں کی یاد آئی ہے
جیسے خزاں میں بکھرے پتوں کو بہاروں کی یاد آئی ہے

کبھی مل کر ان سے کبھی بچھڑ کر ان سے نین برسے
مجھے اُن اشکوں کی دھاروں کی یاد آئی ہے

غم و الم کی آندھیوں میں بکھری ذات میری جو
بانہوں میں سمیٹ لیتے تھے جو، اُن سہاروں کی یاد آئی ہے

دردِ دل میرا وہ آنکھوں کی رنگت سے پڑھ لیتے تھے
زخموں کو مرہم دیا جنھوں نے، اُن غم گساروں کی یاد آئی ہے

نگاہِ الفت سے دیکھ لیں جو پھولوں کو چمن بھی رشک کرے
دھرتی کو ناز ہے جن پر، مجھے اُن ستاروں کی یاد آئی ہے

ہو پڑھائی تو تندرست بھی بیمار، جو موج مستی تو بیمار بھی تندرست
سسٹم سے کھیلتے اُن اداکاروں کی یاد آئی ہے

آرزو کسی منافع کی نہ پروا ذرا خساروں کی بسمل
گروی تھے دل و جان جس میں، مجھے اُن بیوپاروں کی یاد آئی ہے

☆☆☆

میرے دوست میرے جسم و جاں کے سائے ہیں
یہی میرے عزیز یہی میرے ہمسائے ہیں

☆☆☆

# دوستوں کے نام (انفنٹری سکول)

کچھ یوں بچھڑے یاروں کے یارانے یاد آتے ہیں
جیسے مے کشوں کو مے کشی کے زمانے یاد آتے ہیں

وہ خاک کے بچھونے وہ پٹھو کی چار دیواری
ایکسرسائز کے وہ انمول خیمے و کاشانے یاد آتے ہیں

لبوں پہ جنکے لطیف بہاریں سدا رقصاں رہیں
چلن کے آوارہ وہ مزاج کے دیوانے یاد آتے ہیں

پینے کو جن سے اکثر مسرتیں ہی میسر آئیں
محبتوں کے وہ جام و پیمانے یاد آتے ہیں

غمِ جدائی کی ردا اوڑھ کے بیٹھا ہوں سرِ شام
قربتِ یاراں کے وہ موسم پرانے یاد آتے ہیں

ہم جو نکلتے تھے اک ہجومِ یاراں ساتھ چلتا تھا
حکومتِ دل کے وہ لٹے خزانے یاد آتے ہیں

☆☆☆

# دوستوں کے نام (انفنٹری سکول)

کہاں شب و روز صبح و شام یوں بار بار ملیں گے
اب جو بچھڑے تو کہیں مدتوں بعد میرے یار ملیں گے

وہ ڈھابے کی چائے اور شب دیر تلک گفت و شنید
پھر کہاں تمھاری قربت کے یہ خنک اشجار ملیں گے

سنا ہے وقت کے ساتھ بڑھتے ہیں غم و الم بھی
ممکن ہے پھر جو ملیں گے مجبور و لاچار ملیں گے

صد شکر کہ یہاں سوچنے کی فرصت نہیں ملتی
فارغ لوگ تمھیں اکثر مایوس و بیزار ملیں گے

☆☆☆

# دوستوں کے نام (انفنٹری سکول)

دوستو بیلیو سجنو یارو بہت یاد آؤ گے
کوچہِ دل کی بہارو بہت یاد آؤ گے

میں تو اک دشتِ ویراں جس سے ہیبت آئے
میرے دل کے پررونق بازارو بہت یاد آؤ گے

سفرِ شب میں تنہا مسافر رہ جاؤں گا
میری بزم کے ستارو بہت یاد آؤ گے

در پہ میرے رقصاں بہاریں تم سے ہیں
شہرِ ویراں کے گلزارو بہت یاد آؤ گے

ہر مرض میرے کی مسیحائی کی تم نے
شکستہ دیارِ دل کے معمارو بہت یاد آؤ گے

تمھاری محبتوں کے آب سے دل زندہ اب تلک
دلِ خاکستر کے شرارو بہت یاد آؤ گے

☆☆☆

# تعویذ

وجودِ نجس کو کچھ یوں پاک رکھتا ہوں
گلُو میں شہرِ یار کی خاک رکھتا ہوں

غذا پاتے ہیں قلب و جگر اس سے
تصورات میں اسی خاطر سینہ چاک رکھتا ہوں

بوسے سے میسر آتی ہے لبوں کو تازگی
آنکھوں سے چھو کر آنکھوں کو تابناک رکھتا ہوں

خلقت نے دیکھا ہی نہیں یہ گوہرِ بے بہا
معتبر شے ہے، زیرِ پوشاک رکھتا ہوں

اُنکے قدموں میں ہو جبیں اپنی بسمل
آرزوئیں کچھ ایسی آوارہ و بے باک رکھتا ہوں

☆☆☆

# غزل

دامن میں سنگریزے ہیں نہ ہاتھ میں چھڑی ہے
ہم نے رزمِ شوق تیغِ وفا سے لڑی ہے

شکستہ کاسہ اٹھائے پھرتے رہے خدا بھرتا رہا
اوقات ہماری پوچھو تو خس و خاشاک میں پڑی ہے

اربابِ چمن تمھارا کام فقط چمن لوٹنا نہیں
پھولوں کو سہارا دو ہوا سمتِ مخالف اگر کھڑی ہے

اس جلتے ہوئے چمن کے گلوں کو سرد مہر نہ جانو
مہر و وفا کے موتیوں سے پروئی اس کی ہر لڑی ہے

صیاد کی سازش دیکھو پنچھیوں کو لڑا رہا آپس میں
اٹھو ہم وطنو اک بار پھر مل کھڑے ہونے کی گھڑی ہے

بے حیائی کو مٹاؤ چاہے جان چلی جائے بسمل
کیا مسلم قوم بھی کبھی حق بات کہنے سے ڈری ہے

☆☆☆

# غزل

خالی پڑی ہیں صراحیاں جام ٹوٹے ہیں
اس شہرِ بد نصیب سے امن و اماں روٹھے ہیں

داد دو اس چمن کو کہ ابھی تک قائم ہے
کس کس نے نہ اس کے گل و بار لوٹے ہیں

اے بادِ دوراں ذرا رحم کی نگاہ اِدھر کو بھی
ہم احساس پوشوں کے احساس ابھی ابھی پھوٹے ہیں

اب غیر انگلی اٹھاتے ہیں ہمارے عقیدے پر
ملتی ہے جہاں سے شفا ہم سے وہ در چھوٹے ہیں

شامِ ہجر کو لمحہِ حشر لکھ بیٹھتے ہیں بسمل
کوئی سوچے ہم شاعر لوگ کتنے جھوٹے ہیں

☆☆☆

# غزل

ہمیں یوں نہ ستاؤ کہ دل اداس ہے
شبِ طویل گزر جاؤ کہ دل اُداس ہے

سحر تک ہمسفر ہیں ہم، ایک رستہ ہمارا
ستارو بزم سجاؤ کہ دل اُداس ہے

شعلۂ درد کو بڑھاتی ہے ہوائے خامشی
دیوارو کچھ گنگناؤ کہ دل اُداس ہے

یادوں کے سنگ برستے ہیں دلِ بے کس پر
حافظہ میرا جلاؤ کہ دل اُداس ہے

وہ جو کہتا ہے کوئی درد بے دوا نہ رہا
اُس مسیحا کو بلاؤ کہ دل اُداس ہے

شاید دنیا کی رنگینیوں سے بہل جاؤں
بہارو رقص فرماؤ کہ دل اُداس ہے

سنا ہے رونے سے بوجھ دل کا اترتا ہے
میری آنکھوں کو بتلاؤ کہ دل اُداس ہے

☆☆☆

## عشق

تھا تو اک قطرہ ٹوٹ کر سمندر ہو گیا
پی کر بادۂ عشق سگِ دنیا قلندر ہو گیا

☆☆☆

زخم بہت گہرے ہیں مگر مسیحا نہیں ملتا
اس اندھیر نگری میں مجھے دِیا نہیں ملتا

☆☆☆

مزہ ہی آ جائے محبت کا بسمل
مل جائے اگر کوئی انساں خدا سا

☆☆☆

# غزل

دل میں درد اٹھا اور لہر بن گیا
یاد کا اک رنگیں ٹکڑا زہر بن گیا

کچھ اس ادا سے دیکھا اس نے
کہ ویراں دل آباد شہر بن گیا

دل پر جب بھی دستکِ غم ہوئی
دیجورِ وجود ٹوٹ کر سحر بن گیا

ہم درد میں لذت ڈھونڈنے نکلے
بہارِ دلنشیں سا ہر پہر بن گیا

وہ نجمِ وصل دل و جگر کی ٹھنڈک
جو ٹوٹا تو کرمل و قہر بن گیا

جب سے غم کچھ کم ہوئے بسملؔ
میں بھی تھوڑا سرد مہر بن گیا

# غزل

اے اہلِ دانش جو سمجھ سکو تو سنو تعریفِ غمِ جانہ
ساقی بھی یہی بادہ بھی یہی یہی خم و پیمانہ

ہجر و وصل شعر و غزل اور شبِ تنہائی
یہی ہیں درد و زخم کے اسباب یہی بامِ دلِ مستانہ

رتوں کا پاسباں وہی لالہِ دل کی رونق اسی سے
خزاؤں کا سبب وہی بہاریں اسی کا مذرانہ

دل بہلتا نہیں دنیا کی رنگینیوں سے اب تو
آنکھوں کی یہی ضد ہے جسم و جاں کا یہی بہانہ

غم دل میں رکھوں تو بول اٹھتی ہیں آنکھیں
جو کاغذ پہ لکھوں تو پڑھ لیتا ہے زمانہ

☆☆☆

# غزل

فقط چند سبو نوش کیے ہیں، تجھے تو اک ساگر پیا ہے
اے دل اٹھ باندھ کمر کہ ابھی تو بہت جینا ہے

بھکاری نہ جان مجھے اے رفوگر، میری فریاد تو سن
رفوگری حاجت و پیشہ تیرا، چاک میرا اگر سینہ ہے

عام سے لباس میں خام سا انساں نہ دیکھ فقط
کرید کے دیکھ دل میرا، کہ دفن اک دفینہ ہے

آؤ کہ مجھ راہگیرِ صحرا کو کچھ دیر سایہ میسر آئے
زندگی کا کیا بھروسہ، بھیج بھنور یہ کاغذ کا سفینہ ہے

بجھتی کب ہے بڑھتی ہے پینے سے پیاس یہاں
مے کش سے پوچھ آرزو مانندِ بادہ و مینا ہے

زندگی تیزی سے پگھل رہی آؤ مل بیٹھیں چند پل
ہفتے اب دنوں جیسے، سال مانندِ مہینہ ہے

تجھے دیکھتا ہوں مگر پڑھ نہیں پاتا
آنکھوں میں بینائی ضرور، مگر دل ابھی تک نابینا ہے

☆☆☆

غم کی صراحی جھکاؤ کہ پیمانہ خالی ہے
کوئی پنچھی آئے ادھر کہ آشیانہ خالی ہے
بہاروں کی قسمیں پھولوں کے وعدے جھوٹے
صدق وصداقت سے بلبل کا ترانہ خالی ہے

☆☆☆

.....

جب ظلم وستم مٹ جائے گا وہ شام باقی ہے
جو سنگ باری تم سہتے رہے، اسکا انعام باقی ہے
دل پہ کڑی گزری جو وہ شامیں بھلا دو
اس غم کدے میں کچھ دن قیام باقی ہے

☆☆☆

اجڑے دل کو تلاش ہے بہار کی
جیسے تندرستی آرزو ہو کسی بیمار کی

برس برس کر آنکھیں صحرا ہو جاتیں ہیں
کسی صورت کٹتی نہیں گھڑی انتظار کی

☆☆☆

فقط اسلام کی گلیوں میں عشق عشق ہے
یہاں سے نکل کر جذبات کافر ہو جاتے ہیں

☆☆☆

●●●●●

دل کو شرم و حیا کے ساغر پلا رہا ہوں
اے عشق خود کو تیرے قابل بنا رہا ہوں

☆☆☆

کپکپاتے لب تیرے روبرو فریاد نہ کر پائے
بہت کچھ کہنا چاہا مگر ارشاد نہ کر پائے

وہ دل کہ جس پر سے کبھی خزاں کا گزر نہ ہوا
اجڑا ایسے کہ پھر اِسے آباد نہ کر پائے

☆☆☆

# غزل

وا دل کے دریچے کر دو
ہم بے گھروں کو گھر دو

محبت مر رہی ہے
یار کو نذرانۂ سر دو

دیجورِ زر زدہ لوگوں کو
درد و الم کا قمر دو

گلِ عشق مرجھا رہے ہیں
گلشن کو لہو کا ساگر دو

رازِ زیست سے آشنا لوگو
ڈوبتوں کو کوئی جھالر دو

ہم تشنہ لب ہیں مدت سے
کوئی دید کا سبو و ساغر دو

وفا اپنی پاس رکھو بسمل
ہمیں درد کا بار و ثمر دو

☆☆☆

میری تصویرِ دل میں پھر سے رنگِ سخن بھر ساقی
میرے درد میں جاں آ جائے کچھ ایسا کر ساقی

☆☆☆

میں نیا جلتا چراغ ہوں میری روشنی کو پہچانو
کیا طلب ہے میری میرے دل کی تشنگی کو پہچانو

☆☆☆

# غزل

تیرے عشق کا جنوں اتر،ا صد شکر کہ میں سنبھل گیا
غم و الم کا اک طوفاں تھا جو دل سے نکل گیا

شکستہ جامِ جگر کے ٹکڑے سمیٹ لیے دامن میں
زخمِ دل بھر گئے کچھ درد جاں نکل گیا

ہم بارہا روئے کچھ اس قدر بوجھل رہا دل
اک دشت تھا بچھا ہوا جسے شعلہِ وقت نگل گیا

ہم تیری بات سنتے تھے انمول موتی چنتے تھے
اب جو محبت نہ رہی تو یہ شوق بھی جل گیا

تیری چاہت کی کرنیں دم توڑ گئیں میرے سینے میں
دیارِ دل میں جو ابھرا تھا وہ سورج آج ڈھل گیا

نہ ہو جو تُو خفا تو اک گلہ ہے تجھ سے
کونپلِ جاں کو میری تو زیرِ پا مسل گیا

جسم بے جاں میرا پاؤں میں مجبوریوں کے چھالے
صد شکر کہ تیرا تیز گام قافلہ نکل گیا

☆☆☆

درد کا نہ کوئی ایک بسیرا ہے
آج میرا ہے تو کل تیرا ہے

☆☆☆

اجڑے لوگوں کی فریاد بن جاؤں
تمناء دل ہے غموں کا صیاد بن جاؤ

☆☆☆

●●●●●

بے شک میں شجر سرِ راہ گزر مگر سایہ دار نہیں ہوں
بے رنگ سی ہے ذات میری میں گلِ خوشبودار نہیں ہوں

کتنا ادب کرتا ہوں تمھارا تمھیں کیسے بتاؤں
مجھے آتا نہیں اظہارِ محبت میں اداکار نہیں ہوں

حد میں رہا کرو بے حد عزت کرتے ہو
میں ناچیز اس کا ہر گز حقدار نہیں ہوں

☆☆☆

اے قاصد پرانے قصے جو تو نے چھیڑے ہیں
درحقیقت بسمل کے نیم بھرے زخم اکھیڑے ہیں

☆☆☆

●●●●●

مرض جب بڑھ جائے تاخیر سے دوا آتی ہے
تیرے کوچے سے اکثر ہوائے جفا آتی ہے

تو نے ہر چڑھتے سورج کو سجدہ کیا
مجھے تو کسی غیر کے تصور سے بھی حیا آتی ہے

تیرے بولنے سے بھرتے ہیں دل کے زخم میرے
دستِ گل رکنَ سے تیرے بوئے مسیحا آتی ہے

☆☆☆

تصورات میں تجھ سے گفتگو کرتا ہوں
یونہی زخمِ دل و جگر نمو کرتا ہوں

☆☆☆

# غزل

حیا تڑپ رہی ہے، اُنس و پیار نے خودکشی کر لی
حقیقت میں یارو، گل و باغ و بہار نے خودکشی کر لی

مدت ہوئی پلکوں پہ کوئی اشک نہ چمکا
چشمِ اشک بار نے خود کشی کر لی

فراق کا غم نہ وصال کی ذرا خوشی اسے
کچھ یوں ہوا حسِ یار نے خود کشی کر لی

طوافِ خانۂ یادِ یار کر کے جھوم لیا کرتے تھے
غمگیں ہوں کہ اس بخار نے خود کشی کر لی

مانندِ مرغِ بسمل اب نہ تڑپوں میں کسی کی خاطر
ذوقِ وصل و دیدار نے خود کشی کر لی

ادبِ ساغر و ساقی نہ رہا باقی بسملؔ
بادہ کشی کے رسوم و اطوار نے خودکشی کے لی

☆☆☆

# غزل

خاک میں مل کر بھی دانے سا مقام نہ ملا
میرے جذبات کی مے کو کوزہ و جام نہ ملا

نمائشِ جسم پہ پھولوں نے پائی داد بہت
نیلامیِ دل کا ہمیں کوئی صلہ وانجام نہ ملا

مانندِ سائل مدت سے ہوں دامن پھیلائے ہوئے
یوں غافل وہ جیسے میرا اسے پیام نہ ملا

سدا یہ آرزو رہی انکے قدموں میں پناہ ملے
ہزار چاہ کر بھی ہمیں یہ مقام نہ ملا

اے زخمگر تیری چاہ سے پناہ بہت مانگی مگر
حیف کہ اس دشت میں کوئی خیمہ وخیام نہ ملا

تو بھی اپنے دور کا ولی ہوتا بسمل مگر
حیف کہ تجھ شرابِ طہور کو پاکیزہ جام نہ ملا

☆☆☆

قطرہ نما یہ دنیا کی محبتیں
میرا دل اک تشنہ صحرا

☆☆☆

# غزل

درِ یار پہ دھرے پائے بے وضو و ناپاک
ہائے ہائے بے ادبی ہو گئی، اے دلِ بے باک

اوجِ کنول ہر گز نہیں منزلِ خاک
پائے یار سے لپٹ جا، اے مشتِ خاشاک

تجھ خاکِ پا کو مشت میں رچانے والا
کتنا کریم ہے وہ رشکِ ماہِ تابناک

سلیقہِ گفتگو ہی نہ سیکھا تو کیا سیکھا
اُنھیں تُو کہہ کر پکارنے والے، اے دلِ بے باک

محروم نگینہِ صداقت سے بیشتر کلمات تیرے
سن! یہاں پار لگتا نہیں سفینہِ چابک و چالاک

کاش کہ تیمّم کیلئے میسر آئے خاکِ پائے یار
وہ خاکِ بہشت گزیں جو ہے افضل الپاک

لاحاصل ہے تیری صدا و آرزو بسمل
وہ زیبِ محل و چمن تو فقیرِ گریباں چاک

☆☆☆

کیوں درد ٹپکے ہے وجود سے کوئی زخم جب نہیں
ہے دل اداس بہت معلوم اداسی کا سبب نہیں

☆☆☆

# غزل

گدازِ کونپل بوئے کنول اور گلستاں سے لوگ
کتنے لذیذ ہیں یہ تاثیرِ شراباں سے لوگ

میں گلیوں کا بہتا ہوا گدلا پانی
کہاں میں اور کہاں یہ آسماں سے لوگ

ورقِ دل پہ رقم ہے اک اک ادا
خوب ازبر ہیں ہمیں کچھ بہاراں سے لوگ

آسماں چیرتی ہے فریادِ خامش انکی
کتنے شوریدہ ہیں یہ بے زباں سے لوگ

بے عیب و پیچیدہ تیرا اندازِ مساوات خدایا
نا آشنا اب تلک تیرے ترازو و پیماں سے لوگ

زد میں جس کی ذرہ ء بے نشاں بسمل
اسی آب میں بہتے ہیں آسماں سے لوگ

☆☆☆

# غزل

اے رفیقِ دلگزیں اک اور قیامت خیز مرحلہ سر کرتے ہیں
آؤ اس چراغِ محبت کو کسی طوفاں کی نذر کرتے ہیں
عہدِ فردا میں جھانکتا ہوں تو کہیں ملتی نہیں راہیں اپنی
راہ و منزل حدا تو چلو پھر حدا رحتِ سفر کرتے ہیں
میں برگِ زرد ہوائے دوراں پہ الزامِ اجاڑ دھر دوں گا
آپ وہ کریں جو خزاں میں شاخ و شجر کرتے ہیں
مجھ سائل کو کبھی جھڑکا نہیں اُف یہ یاد جینے نہ دے گی
چلو یادِ ماضی کو دفنانے ہم دل کو گور و قبر کرتے ہیں
پائے شجر میں پناہ مل جائے برگِ خزاں رسیدہ کو اور کیا چاہیے
مگر خلافِ زیبِ چمن یہ امر نہ یہ گوارا مالی و دہر کرتے ہیں
شاید کہ تعلق ٹوٹے تو محورِ تسکین بدل جائے
تاحال ہم آپ کی یاد سے دل کو معطر کرتے ہیں
فزاوانیِ عنایات نے بسملؔ کو خم گشتہ رکھا سدا
آج بھی ہم آپ کے پیش ادباً نگوں سر کرتے ہیں

☆☆☆

# غزل

کسی کے پاؤں کی خاک ہوں کسی کے دامن کی دھول ہوں
سب جھاڑ دیتے ہیں میں کب کسی کو قبول ہوں

پائے چمن آسا میں کیسے بنے جا اپنی حضور
کٹا ہوا شجر ہوں ٹوٹا ہوا پھول ہوں

لہروں نے اٹھا باہر پھینکا تو کبھی دامن میں سمیٹ لیا
اتنی سی وقت میری میں ذرہِ بے جا و فضول ہوں

وہ جو کچھ روز پناہِ پائے یار کی آرزو لیے پھرا میں
اسی آرزو کی مرگ پہ اب رنجیدہ و ملول ہوں

لازم نہیں ہر گلِ بے رنگَ بے باس ہی ہو
کبھی پڑھ تو سہی مجھے اک داستانِ معقول ہوں

☆☆☆

# غزل

پتہ معلوم نہیں مجھے اپنے نگر کا
بس سگ ہوں میں اُنکے در کا

بہار جنکی چوکھٹ پہ کاسہ اٹھائے ہوئے
کیا موازنہ اُن سے شاخ و شجر کا

خاکِ پائے یار تو پا گئی مقام و منزل
ہم بھی مانگتے ہیں یا خدا صلہ اپنے صبر کا

مقام و مے سے بڑھ کے بھی ہے اک نشہ
چکھ کے تُو دیکھ ذائقہ عشق کے ثمر کا

جنت کے عوض مانگ لوں چاکری درِ یار کی
مگر بے عمل ہوں مطالبہ کروں کس اجر کا

☆☆☆

# غزل

اِدھر نہ اُدھر، میں کدھر گیا ہوں
حیف کہ ذات اپنی سے بچھڑ گیا ہوں

نادانی میں اک راہگیر نے پھونک ماری جو
مُشت بھر خاک تھا، ذروں میں بکھر گیا ہوں

تلاش تیری لاحاصل، اے مجھے ڈھونڈنے والے
میں قطرہ تھا سمندر میں اتر گیا ہوں

قوتِ پرواز میری سلب ہوئی انکے در پہ
انھیں یہ گماں کہ میں گزر گیا ہوں

فقط انکے در سے نکلتے خوف آتا ہے
اسکے علاوہ حدھر گیا ہوں، بے خطر گیا ہوں

مصلحتاً دستِ طلب اپنا کھینچا میں نے
ذرا نازک ہوں، ڈر گیا ہوں

حالات کے تھپیڑے اب مجھے اکھیڑ نہیں پاتے
اُنکا ہو کے بسمل، شاید میں سنور گیا ہوں

☆☆☆

# غزل

جو مسرتوں کے باب کھولوں تو تم یاد آتے ہو
زخمِ دلِ خراب کھولوں تو تم یاد آتے ہو

بہاریں دل کی فقط منسوب ہیں تم سے
رتوں کے جو نقاب کھولوں تو تم یاد آتے ہو

تم مجھ میں یوں جمع ہوئے کہ میں تقسیم ہوا
محبتوں کے حساب کھولوں تو تم یاد آتے ہو

قربت میں تمھاری زخموں کو اکثر بھرتے پایا
مسیحائی کے آداب کھولوں تو تم یاد آتے ہو

نیم وا آنکھوں میں وہ مستی کے دل مچل جائے
تفسیرِ لذتِ شراب کھولوں تو تم یاد آتے ہو

اے دلآویز یہ سخن شناسائی ہدیہ ہے تمھارا
شاعری کے اسباب کھولوں تو تم یاد آتے ہو

☆☆☆

# غزل

زندگی میں بادہ و جام ذرا گھولو
پیار کا حرفِ عام ذرا کھولو

کرنی ہیں کچھ راز کی باتیں
آج کی شام ذرا میرے ہو لو

جان جاؤ گے دردِ دل میرا تم بھی
مجھ سے ذرا ہم کلام تو ہو لو

کہاں کھو گیا ہے وہ بے پرواہ
اے خزاں نما بہارو کچھ تو بولو

درد سے لبریز اک ساغر پاؤ گے
بسملؔ کا کلام تو ذرا کھولو

☆☆☆

•••••

اڑ گئے پرندے ہے چمن ویراں آج
میرے دل پر ہے ٹوٹا غموں کا آسماں آج

دل کا موسم بدل سا گیا تیرے جانے سے
بہار کی اس رت میں لوٹ آئی جیسے خزاں آج

رقم کرتے تھے کل تک راز اپنے جس کے دل پر
اسی رازداں سے نہ رہی جاں پہچاں آج

دل ویراں سانسیں بیجاں اور برستی آنکھیں
ہر سو ہے رچا اک ماتم کا سماں آج

☆☆☆

●●●●●

لٹا ہوں ایسا، محفل رہی نہ آشیانہ باقی ہے
میرے اثاثے میں بس تیری یاد کا خزانہ باقی ہے

اجل پر تولے بیٹھی ہے میرے گھر کی دیوار پر
ویراں دل سے بس تیری یاد کا اٹھانا باقی ہے

عرصہ بیت گیا تجھے بچھڑے ہم سے
پھر بھی دل پر تیری یاد کا زخم پرانا باقی ہے

☆☆☆

آنسو تھم گئے، دل بہل گیا، لبوں پہ اب کوئی فریاد نہیں
صد شکر کہ اپنی یادوں میں اب تیری کوئی یاد نہیں

سانسوں میں میری اب یہ روانی کیوں نہ ہو
دل میں میرے ستمگر جو کوئی آباد نہیں

جب بھی دعا کے لیے دست اٹھے لب پہ تیرا نام آیا
دلِ بسمل آج بھی تیری یادوں سے آزاد نہیں

☆☆☆

•••••

تیرے میٹھے بول دل سے ٹکرا کر بادہ و جام ہو جاتے ہیں
ہم ادھورے لوگ تجھ سے مل کر تمام ہو جاتے ہیں

غموں میں ڈوب کر جینے کا نام ہے زندگی
کہاں وہ زندوں میں پی کر جو بے غم ہو جاتے ہیں

اک دن تجھے بھی بلائے گی اندھیری قبر
جانے والے اوروں کے لیے یہ پیغام ہو جاتے ہیں

☆☆☆

ہو سکتی ہے کسی سے بھی محبت بسمل
ہر اک کے مگر حدود و قواعد جدا جدا

☆☆☆

# غزل

دردِ دل کچھ انجاں سا تھا
عشق کا بار کچھ آسماں سا تھا

وہ بچھڑا تو میں تڑپ کے رہ گیا
ساتھ اُسکا کچھ دل و جاں سا تھا

تنہائیوں کا نشیمن ہو گیا
وہ گھر جو کبھی گلستاں سا تھا

تھی تمنا دل میں تا دمِ آخر آباد رہے
وہ شخص کچھ ایماں سا تھا

نہ تھی محبت سے جب شناسائی بسمل
تب جینا کتنا آساں سا تھا

☆☆☆

.....

بن سورج ڈوبے کبھی رات نہیں ہوتی
وہ بزم بزم نہیں جس میں تیری بات نہیں ہوتی

تیری یادوں کے نگر کھو جاتا ہوں جب میں
تب کسی صورت مجھ میں میری ذات نہیں ہوتی

ادب تو شرطِ اول ہے یہاں بسملؔ
کیسی وہ محبت جس میں اطاعت نہیں ہوتی

☆☆☆

ہم نے پھر سے تجھے یاد کیا ہے
اجڑے ہوئے چمن کو آباد کیا ہے

یہ دردِ دل تھا ہی لا علاج بسملؔ
ورنہ زمانے نے کیا کیا نہ ایجاد کیا ہے

☆☆☆

•••••

مانا کہ شہرت میں گل و گلفام سا ہو جاؤں گا
مگر اندیشہ ہے کچھ بدنام سا ہو جاؤں گا

میرا لفظ لفظ مرہم، میرا شعر شعر دوا یارو
کچھ سینہ فگاروں کے لیے بام سا ہو جاؤں گا

میرے در پہ رقصاں تو ہوں گی مسرتیں ہزاروں
اندر سے مگر میں ڈوبتی شام سا ہو جاؤں گا

ہر شخص کی نگاہِ حسرت ہو گی مجھ پہ بسمل
میں دستِ ساقی کے چیدہ جام سا ہو جاؤں گا

☆☆☆

# غزل

محفوظ ہے اپنا گریباں آج کل
کون ہے محافظِ گریباں آج کل

داغِ محبت پھر سے جاگ اٹھا
ہے دردِ دل جواں آج کل

پلکوں پر ٹھہرے جے کبھی رخ پر
ہیں آنسو میرے پریشاں آج کل

سنگ برستے ہیں شب و روز یہاں
ہے دلِ نازک لہو لہاں آج کل

بے جہد ہوتا ہے وہ میرے سامنے
ہے گردش کا مجھ پہ احساں آج کل

☆☆☆

# ایک دوست کے نام

یاروں کا یار اک وفا شعار رکھتے ہیں
اے تپشِ دوراں، ہم سایۂ دیوار رکھتے ہیں

صورتِ برسات برستا رہا تُو میرے گلشن پر
ہم غریب تیری عنایتوں کا ادھار رکھتے ہیں

کہاں اُلفت تیری کوزۂ غزلِ حقیر میں سما سکے
اس عمل سے ہم فقط اپنا توازن برقرار رکھتے ہیں

تیری ذات سے جڑا کچھ عجب حسین رشتہ ہے
دوستی کیا کہوں ہم گل و باغ و بہار رکھتے ہیں

یہ الگ سمت کی راہیں کہاں آن ملی ہیں
آوارہ مزاج تُو، ہم دلِ بیمار رکھتے ہیں

☆☆☆

# غزل

یہ محبتیں یہ وفائیں یہ جذبات کچھ بھی نہیں
اے ہم نشیں تیرے مقابل میری اوقات کچھ بھی نہیں

تو مانندِ شجر ہے شاخیں تیرے رحم و کرم پہ قائم
میں برگِ خزاں ہوں میری کائنات کچھ بھی نہیں

آرزوئے دلِ غریب ہے تیرے قدموں میں پناہ ملے
دنیا کی بہاریں یہ عارضی سوغات کچھ بھی نہیں

رضائے خدا ہو اگر شامل جاں تک لٹا دوں
تیری دوستی کے مقابل میری ذات کچھ بھی نہیں

حوضِ یاد سے تیری وفا کے سبو پیتا ہوں شام و سحر
اس بادہ ء طہور کے پیش مستیِ خرابات کچھ بھی نہیں

تیری وفائیں در حقیقت تیرا احسان مجھ پر بسملؔ
خود کو حقدار سمجھوں ایسی مجھ میں بات کچھ بھی نہیں

☆☆☆

.....

میری آنکھوں میں یہ لالی و نمی دیکھو
کس قدر رلاتی ہے اُنکی کمی دیکھو

موسمِ وصل تو پل میں بیت گیا تھا
ہجر کی گھڑی کیوں ہے تھمی دیکھو

قابو میں نہ رہی یہ کونپلِ دل
تھی جو میرے وجود میں ہی پلی دیکھو

تمناؤں کے دشت اُگا کرتے تھے جہاں بسمل
ویراں ہے آج اس دل کی گلی گلی دیکھو

☆☆☆

شبِ فراق قیامت کی کوئی گھڑی لگتی ہے
اسی ہار سے ٹوٹی ہوئی اک لڑی لگتی ہے

☆☆☆

•••••

دل بہلتا نہیں دنیا کے ان فریبی نظاروں سے
روح الجھتی ہے برابر کیا خزاں کیا بہاروں سے

آہ و فغاں پہ نہ کہا لبیک کسی ایک نے بھی
کس کام کی یہ شناسائی ہزاروں سے

ہر نظر سے خود کو داغ دار دیکھتا ہوں بسمل
صورتِ رہزن گزرتا ہوں بازاروں سے

☆☆☆

یہ دل متلاشیِ غم ہے ابھی
درد جتنا بھی ہے کم ہے ابھی
کچھ ایسے نشاں جو نہاں نہیں ہوتے
آنکھیں لالہ فام دامن نم ہے ابھی

☆☆☆

# غزل

محبت میں توحید قائم رہی نہ مساوات رکھ سکے
کسی دل میں بھی نہ ہم اپنے جذبات رکھ سکے
خود کو خطاکار ٹھہرایا تیری ہر خفگی پر
تیری جفا شعاری پہ نہ ہم کبھی سوالات رکھ سکے
بادِ دوراں الگ الگ راہوں پہ لے اڑی ہمیں
کچھ زیادہ دیر نہ ہم سلسلہ ء ملاقات رکھ سکے
کرتا ہے چراغاں دل میں روغنِ عشق
نہ نور دے سورج نہ ظلمت رات رکھ سکے
آ ہی جاتی ہے خزاں اک دن شاخِ وصل پہ بسمل
گلوں کو سدا تر نہ برسات رکھ سکے

☆☆☆

جب تلک زندگی کی کہانی باقی ہے
کوزہِ چشم میں یہ پانی باقی ہے

☆☆☆

# غزل

جرمِ وفا کا یہ صلہ ہوا
اشک باری اپنا مشغلہ ہوا

اب یہ حال ہے دلِ فگار کا
ہر جا سے جیسے دامن جلا ہوا

ہوائے شوق نے لب سی دیے
ہم سے نہ کسی کا گلہ ہوا

انجام تو صاف عیاں ہے
آتش خو سے دلِ نازک ملا ہوا

ہجر شاید موت سے ملا دے
وہ مجھ میں رگوں تک پھیلا ہوا

دُھلے گا تو اشکوں سے بسملؔ
غلافِ دل جب جب میلا ہوا

☆☆☆

# غزل

نازک مگر بے کراں دشتِ آرزو رکھتی ہے
یہ محبت اپنے اندر اک جادو رکھتی ہے

سجدوں نے میرے عمل کو سنوارا ہے
اور یاد تیری دل کو با وضو رکھتی ہے

پا کر تجھے تو کبھی کھو کر دست اٹھے
گردشِ ہجر و وصل خدا کی طرف مدعو رکھتی ہے

منزلِ عشق آساں ہوئی غریب کیلئے
مفلسی نفس و جذبات کو قابو رکھتی ہے

بادِ حدید یت تنِ نسواں کیوں عریاں کر ڈالا
ہر شے با آبرو ہے ہر شے حقِ آبرو رکھتی ہے

دیمک کا روپ دھار لیا اربابِ چمن نے
یہ پاک دھرتی بھی کیا کیا عدو رکھتی ہے

خامشی کو میری مجبوری مت جانو یارو
رگِ جاں میری بھی اپنے اندر لہو رکھتی ہے

رُخ رُخ میں اُنکا رُخ دکھتا ہے بسمل
محبت انہی کا تصور ہر سو رکھتی ہے

☆☆☆

بابِ سوز خانہ کھلا رکھیں اے ساقی
کہ اب جو نہ پئیں گے تو بہک جائیں گے

☆☆☆

●●●●●

بہار کی رت میں بلبل کے ترانے رلا گئے
ہمیں عہدِ وصل کے قصے پرانے رلا گئے

سمتِ مخالف سے آئے جو تیر ہنس کر کھائے
ہمیں اپنی ہی چوکھٹ سے نشانے رلا گئے

ہر محبت طریق کو دل میں جا دی
پشیماں ہوں کہ کچھ لوگ انجانے رلا گئے

آتشِ محبت میں جلنے کیلئے بے کلی تو دیکھو
سوئے شمع لپکتے پروانے رلا گئے

☆☆☆

# شب

شب دیر تلک رہی جاری
دل کی پتیوں پہ یاد کی شبنم باری
سرِ چرخ مہک رہے تھے تارے
اور وجود میں کیفِ غم تھا تاری
اندر ہی اندر چور ہو گیا جسم
بارِ یادِ وصل تھا اس قدر بھاری
کو بہ کو ہر سو سکوت تھا چھایا
نیند کے ساغر پیے ہوئے تھی دنیا ساری
چھپ گیا تھا حسنِ لالہ
پھیکی پڑ گئی تھی بلبل کی خماری
تحتِ فلک پہ براجماں مہ نے
زمیں پہ حسن کی کرن اتاری
دستِ غیب نے میری اشک شوئی کی
بنا غمخوار ہو گئی غمخواری
نیند گر گر کے سنبھل رہی تھی بسمل
کچھ سو کے کچھ جاگ کے رات گزاری

☆☆☆

# غزل

دردِ دل کے بام و دوا کچھ نہیں
عشق خوشنودیِ یار کے سوا کچھ نہیں

حسنِ بہاراں قائم ہے خزاں سے
نہ ہو گدا تو آقا کچھ نہیں

عشق طالبِ سجدۂ قلب ہے
دل بند ہو تو دعا کچھ نہیں

سوزِ ماتم نورِ مسرت ہے
بِن ہجر وصل کا مزہ کچھ نہیں

دیارِ نفرت میں چرچہِ وفا ہوتا ہے
بزمِ اہلِ وفا میں وفا کچھ نہیں

زخم و بام صورتِ تشنگی و میخانہ
مرض نہ ہو تو مسیحا کچھ نہیں

گردشِ شام و سحر کارِ خدا بسمل
ہم نے خود سے کیا کچھ نہیں

☆☆☆

# غزل

مہ پہ قدم رکھ چکی دنیا تو بھی چالاک ہو جا
صبحِ تنویر کی مانند ظلمتِ شب سے پاک ہو جا

بحرِ عشق میں اترنے کی ٹھان لی جو تو نے
پھر دل سے حرص و حوص مٹا کے عمدہ پیراک ہو جا

غرور تجھے زیب نہیں دیتا اے خاک نشیں
ہو جب بھی کسی سے ملن تو خاک ہو جا

یہ عالم ہے آج کہ اپنے بھی لہو کے پیاسے
کر کے اغیار پہ اعتبار تو بندہِ حیرت ناک ہو جا

یہ تاریکیاں نا خداؤں کیلئے ہیں تو کھرا مت
لہو میں گھول کر نورِ عشق تو تابناک ہو جا

خاکی لے جائے سبقت نوری پر یہ بھی ممکن ہے
زمیں پر ذکرِ حبیبؐ کر کے ذکرِ افلاک ہو جا

درِ آرزو پہ نہ رکھ جبیں بسمل
یہ بستی ہے سفاکوں کی تو بھی سفاک ہو جا

☆☆☆

خدا کا دیا اک انمول دان ہے
عشق در حقیقت جزوِ ایمان ہے
نا امید کیلئے دنیا غموں کی فصیل
اہلِ دل کیلئے اک گلستان ہے

☆☆☆

# غزل

اپنا بنا کر وہ میرے دل میں ارماں چھوڑ گیا
ہجر و فراق کے مجھ پہ لہو طالب امتحاں چھوڑ گیا

میرے دل کی آہیں سسکیاں اب اشک سناتے ہیں
کر کے لب رفو میری آنکھوں میں وہ زباں چھوڑ گیا

اس کی مہکِ گفتار کا خمار آج بھی مہکتا ہے
وہ کنول تو جدا ہوا مگر یادوں کا گلستاں چھوڑ گیا

دانِ وصل کی قیمت صورتِ فراق وصول کی اس نے
مسرتیں میری لے چلا وہ غموں کا جہاں چھوڑ گیا

لٹا ہوں اس قدر کہ اب کوئی لوٹنے بھی نہ آئے
دیارِ دل میں وہ جابجا خارستاں چھوڑ گیا

اندر جھانکوں تو ہر سو صحرا نظر آتا ہے
تارے چن لیے اس نے بے رنگ آسماں چھوڑ گیا

دردِ دل اوروں کے درد سے آشنا کرتا ہے بسملؔ
احساس سے محروم دلِ بیجاں میں وہ جاں چھوڑ گیا

☆☆☆

جب منزل قریب آئی آس و جستجو کو سلا دیا
کچھ یوں ہم نے تقدیر کی شمع کو بجھا دیا

☆☆☆

ہم نے جس کا ہاتھ تھاما اسی نے گرا دیا
ان ظالم حالات نے رہبروں کو رہزن بنا دیا
یہ دل ہے کہ جیسے اسکے گھر کا چراغ بسملؔ
جب چاہا جلا لیا جب چاہا بجھا دیا

☆☆☆

# غزل

زمیں پہ چاند چھوڑ کے آسماں آ گیا
میرے روبرو اک حسن کا جہاں آ گیا

اے مشکِ بہاراں اب نہ طلب ہم کو تیری
رتوں سے بے نیاز دل میں گلستاں آ گیا

یہ اندازِ آداب خلافی سحر زدہ تھا
بابِ دل توڑ کے بے اجازت مہماں آ گیا

وہ شخص جو رفوگرانِ زخمِ عیاں تھا
میرے دل میں بن کے زخمِ نہاں آ گیا

شاید میرے دل کے موسم بدل رہے ہیں
میری رگوں میں اک بے ضبط طوفاں آ گیا

اس شخص میں قوت ہے ہزاروں سی
جیسے مجھے مجھ سے چھیننے اک کارواں آ گیا

بسملؔ تجھ سے خدایا طالبِ کامرانی ہے
ضبطِ قربت و فرقت کا مجھ پہ امتحاں آ گیا

☆☆☆

# غزل

عشقِ ازلی کا جو نعرہ مار گئے
بے ناؤ وہ سمندر پار گئے

رو رو کے دورِ ہجر کاٹا ہم نے
رلا کے ہمیں وہ وصل گزار گئے

لب ساکت ہوئے یہ بات ہے الگ
شکوئے ہزار لیے ہم کوئے یار گئے

رچا ہے سحر خانہ تیری آنکھوں میں
رو برو تیرے آئے جو بیمار گئے

خود وہ بزم بزم کا چراغ ہو چلے
ہمیں ظلمتِ تنہائی میں اتار گئے

اُبل اٹھتے ہیں اشک اب خود بخود
ہم اپنے ضبط کا نگر ہار گئے

لبوں سے جنکے خوشبو بکھرتی تھی بسمل
وہ بچھڑے تو ہم سے باغ و بہار گئے

☆☆☆

# غزل

آرزوئے دل ہے مار ڈالے کوئی راہوں میں
تھک چکا بہت کون جائے اب قتل گاہوں میں
کسی کے زخم پہ مرہم رکھنا کارِ نیک ہے یارو
مت کرنا شمار قتل میرا قاتل کے گناہوں میں
دردِ انسانیت کب کا دلوں سے پرواز کر چکا
گل و لالہ سمیٹ کے بیٹھے ہیں خوشبو بانہوں میں
پنچھی آتے رہے جب تلک شبابِ گل رہا باقی
بلبل تک چھوڑ گئے صحنِ چمن خزاؤں میں
اطاعت نہ رہے اگر قائم محبت ڈوب جاتی ہے
لازم ہے رضائے یار ہو تمھاری سب اداؤں میں
کسی بے زباں سے حقِ زندگانی مت چھینو
کرنے دو گشت ان پنچھیوں کو ہواؤں میں
اے ساجدِ سنگ و نار بحرِ حقیقت میں جھانک ذرا
ایک ہی خدا ہے نہاں تیرے سب خداؤں میں

☆☆☆

# غزل

تیری چاہ کا نہیں ہے نظارہ سڑکوں پر
بے وجہ مت پھرا کر ان آوارہ سڑکوں پر

آبِ شفا سے زہرِ قاتل تک سب نقد بکتا ہے
تیرے حصے کا کچھ نہیں آج ادھارا سڑکوں پر

پتھروں پر سے ہوا بے حاصل گزر جایا کرتی ہے
کسی کو نہ دے گا سنائی تیرا نعرہ سڑکوں پر

وہ بکھرے بال وہ سرخ آنکھیں وہ پریشاں
نہ جانے کس کو ڈھونڈ رہا ہے بیچارہ سڑکوں پر

شام کے پہر پھیلتا اندھیرا موڑے گا اسے گھر کو
وہ جو خود سے خفا سا پھرتا رہا دن سارا سڑکوں پر

یہ راہیں ہیں پیاسی ذرا سنبھل کر چلنا
اک بار جو کچلا گیا پھر آیا نہ دوبارہ سڑکوں پر

خیالوں میں ڈوبا تُو خاک اڑاتی دنیا بسمل
کسی دن یونہی جائے گا مارا سڑکوں پر

☆☆☆

تمھاری خفگی اپنا ہونے کا پتہ دیتی ہے بسمل
ورنہ غیروں سے کب کون خفا ہوا کرتا ہے

☆☆☆

چاہے زخم پہ زخم ہزار ملیں شکایت نہیں ہوتی
عشق میں جاں لٹا کر بھی عنایت نہیں ہوتی

☆☆☆

# غزل

لٹا ہے دل جب سے کھو بیٹھے چین و قرار یارو
مُکھ چھپا کے گزرتی ہے لالہِ دل سے بہار یارو
یہ امید کی پرچھائیاں کب تلک دیں گی ساتھ اپنا
بڑھتی ہی جا رہی ہے ہجر کی دیوار یارو
پنچھی جو ہاتھ لگا تھا سستا وہ کچھ تیر سے بھی
بہت مہنگا پڑا ہمیں یہ بے سمجھا شکار یارو
داغِ لہو سے تر بہ تر پاؤ گے اک ردا چاک سی
دل چیر کے جب نکلیں گے ہم سرِ بازار یارو
میری خاموش ہستی کو جنونِ عشق سے محروم نہ جانو
احساس رکھتا ہوں مگر رکھتا نہیں قوتِ اظہار یارو
کچھ بھی جو ہوتا اپنا نچھاور کر دیتے ان پر
یہ روح و جسم و جاں لائے ہیں سب کچھ ادھار یارو
دردِ دل پھر سے جاگ اٹھنے کا اندیشہ ہے بسمل
وہ جو گزرتا ہے تصورات کی گلیوں سے بار بار یارو

☆☆☆

# غزل

مانا کہ ہنستی ہے دنیا تیری ہر بات پہ بسمل
مگر اوڑھے رکھ تو چادر اپنے جذبات پہ بسمل

مہکتا ہے بے رکَ جسد میں تیرے لالہِ سخن
شبنمِ نور بن کر برس رات پہ بسمل

ٹکرا کر ہواؤں سے اک نیا رخ بخش انھیں
نہ پھینک خود کو راہِ حالات پہ بسمل
کوزہِ دل میں وہ شبابِ احساس پیدا کر
پڑھ لے تو اک اک آنسو فرشِ برسات پہ بسمل

بے جا نہ جان خود کو اس ابھرتی دنیا میں
درج ہے نام تیرا بھی صفحہِ کائنات پہ بسمل

رازِ ماہ و انجم کھولنے کیلئے ہے دنیا بہت
تیغِ عقل و فہم پھینک تو اپنی ذات پہ بسمل

اشکِ غم نہ برسا تو سنگ و حشت پہ
کان تک نہ دھرے گی دنیا تیری شکایات پہ بسمل

شاخِ دردِ دل سے تیری نہ ٹوٹیں گل کبھی
سدا مہرباں رہے بہار تیرے باغات پہ بسمل

☆☆☆

# غزل

ہم گریباں چاک نکلیں گے جب کو بہ کو
ٹھنڈا پڑ جائے گا ہر ستم گر کا لہو

دل دل میں درد کی اک لہر اٹھے گی
سنگ کریں گے شبنمِ اشک سے وضو

چمن چمن غمِ عشق کی پذیرائی ہو گی
میرے غم نواز پہ رشک کرنے لگے گی خوشبو

یہ کون درد و الم کے ساغر پیے ہوئے ہے
بزمِ مہ و انجم تک میں ہو گی یہی گفتگو

اندازِ میزبانی میرا بھائے گا سب کو
زخم دل میں میرے پناہ کی کریں گے آرزو

میرے شوقِ شہادت سے ابھرے گی اک ہیبت سی
جلاد تک گریز کرے گا ٹھہرنے سے میرے روبرو

ہم پھر بھی بے نام ہی ٹھہریں گے بسمل
چرچہ ہو گا فقط انہی کا ہر سو

☆☆☆

یہ جو دل میں خواہشوں کی فصل اُگی ہے
اسے کاٹوں گا تو ہی کچھ پاؤں گا

☆☆☆

اک محبتوں کے جہاں رہا کرتے تھے
ہم بھی یاروں کے درمیاں رہا کرتے تھے

☆☆☆

# غزل

ہر سو پھیلی ہے اداسی ہواؤں میں
جیسے گلزار لہو روتے ہوں خزاؤں میں
شام ہے سایہ کیے ہوئے اجالوں پر
وہ مستی نہ رہی سورج کی اداؤں میں
اشجار کے پتے ہیں کھَنے مگر پھر بھی
دھوپ سی ہے پھیلی ہوئی چھاؤں میں
ہر شے ہے تکتی مجھے شک کی نگاہ سے
بے تابی سی ہے رچی میری صداؤں میں
وفا ہم سے فقط غم نبھائے ہوئے ہیں
مسرتیں ہوئیں سب شامل بیوفاؤں میں
دل یادوں کے جامِ زہر بھر بھر پلاتا ہے
کرتا نہیں ظالم ذرا کمی سزاؤں میں
جنوں جوانی کا ہے جسد میں دبا ہوا
چھالے سے ہیں نکلے ہوئے میرے پاؤں میں
نکل جائے جو مجھ سے فکرِ زمانہ بسمل
مچل مچل کے پھروں میں بھی اپنے گاؤں میں

☆☆☆

# غزل

نام ہم غریبوں کے ان کا پیغام آ جائے
منتظر بیٹھے ہیں کبھی تو ایسی شام آ جائے
شاخِ دل سے برگِ زخم لبِ میں ٹوٹ بکھریں
ان کی نظرِ الفت کا ادھر کو جو بام آ جائے
وہ ساقیِ رت جامِ وصل موڑے جو ادھر کو
زرد چہرے پہ میرے رنگِ مے آشام آ جائے
وہ بادہ فروش میں بادہ نوش کا شانہ میرا میخانہ ٹھہرے
ہاتھوں میں لیے وہ جو قربت کا جام آ جائے
بلبل بزمِ وصل سجائیں ہم نغمہِ مسرت گائیں
ہجر و فراق کی زنجیریں توڑ کے جو وہ گلفام آ جائے
ادھر ہو جائے وہ آشنا میری چاہت کے بحر سے
اور ادھر اس جلتے دلِ نازک کو آرام آ جائے
منزل چومے گی قدم میرے شوق سے
مجھ بھٹکے راہگیر کا جو وہ امام آ جائے
سجدہِ شکر پھوٹے میری جبینِ گناہگار سے
حسن آفریں سے بسملؔ میرا وقتِ کلام آ جائے

☆☆☆

# غزل

مئے عشق کا پیاسا ہوں دیکھو دنیا والو
میں اک عجب تماشا ہوں دیکھو دنیا والو
بہاریں مجھ میں آتی ہیں مگر بہہ جاتی ہیں
میں اک شکستہ کاسہ ہوں دیکھو دنیا والو
اندر نفرتیں رکھتے ہو باہر باہر سے محبت کرتے ہو
میں تم سے شناسا ہوں دیکھو دنیا والو
چہرے کی اصل رنگت چھپا پاؤ گے کیسے
میں گھر گھر کا آفتابہ ہوں دیکھو دنیا والو
ذوق جو خدا نے بخشا ہے وہ خدا ہی جانے ہے
جذبِ شوق کا خلاصہ ہوں دیکھو دنیا والو
بہاریں ہیں مہرباں مجھ پر پھر بھی ہوں مرجھایا سا
میں مسرتوں کا جنازہ ہوں دیکھو دنیا والو
مجھے کسی ایک صف میں نہ پاؤ گے دیر پا کبھی
کبھی پورا کبھی آدھا ہوں دیکھو دنیا والو
روش پہ میری کئی رنگوں کی حکمرانی ہے بسمل
تھوڑا شوخ تھوڑا سادہ ہوں دیکھو دنیا والو

☆☆☆

# غزل

زندگی بے وجہ ستاتی ہے

شاید موت ہمیں بلاتی ہے

دنیا کی سنگدلی تو دیکھو

زخم دے کر مسکراتی ہے

ہم کانٹے بوتے ہیں

زمیں زخم اگاتی ہے

انساں انساں کا دشمن

بادِ بہار زہر برساتی ہے

محبت بری تو نہیں

رب سے ملاتی ہے

گزرنے دو شبِ غم

دیکھو بادِ صبا کیا لاتی ہے

☆☆☆

# غزل

دل کے صحن میں صدائیں رقص کرتی ہیں
تصور میں کسی کی ادائیں رقص کرتی ہیں

مسیحا اب حادثوں کی آس میں رہتے ہیں
زخموں کو دیکھ کر دوائیں رقص کرتی ہیں

کس کس سے ہو گلہ بہار آتی نہیں
بلبل کی آہ پہ خزائیں رقص کرتی ہیں

کسی کی خفگی پہ اب پشیماں ہوتا نہیں کوئی
رلا کر زمانے کو سزائیں رقص کرتی ہیں

کچھ تھیں بھی ایسی تو تن ڈھانپے رکھتی تھیں
اب تو کلیاں اتار کے قبائیں رقص کرتی ہیں

آج کون کیسا ہے کوئی کیا جانے
بکنے کے لیے سرِ بازار وفائیں رقص کرتی ہیں

اظہارِ افسوس کے لیے آتے ہیں بہت تھوڑے
گل توڑ کر شاخ سے ہوائیں رقص کرتی ہیں

ردائے چمن تار تار دیکھتا ہوں جب
دل میں میرے بسمل آہیں رقص کرتی ہیں

☆☆☆

پنچھیِ سخن کو صبح سویرے موت آ گئی
طبیبوں سے کہو غم کو میرے موت آ گئی

☆☆☆

ابتدا کے بعد تیری گلیوں میں اکثر پریشاں ٹھہرے
اے عشق ہم کہاں سے چلے تھے کہاں آن ٹھہرے

☆☆☆

# غزل

گل پھینک دو دامن سے
آؤ دوستی کر لیں چمن سے

باک زدہ موت کو بے باک مت کرو
خود جا کے جڑو کفن سے

یہ عشق بھی اک حبکَ ہے
اور حبکَ لڑی جاتی نہیں امن سے

سرِ بازار بکتا نہیں لطفِ آنگن
مت جاؤ خاطرِ زر وطن سے

جشن اب جشن لگتے نہیں
ہم روٹھے ہیں کب جشن سے

خوف ہے فقط رہبر کا ہمیں بسملؔ
دامن بچائے رکھا ہے رہزن سے

☆☆☆

•••••

نہ حسرت دید کی نہ آزرو ملاقات کی
بس کٹ جائے کسی صورت گھڑی رات کی

☆☆☆

زمیں پہ بسنے والے تارے کہاں ہیں
ہمیں جن سے محبت ہے وہ پیارے کہاں ہیں

بے سر و ساماں کودا ہوں عشق کے ساگر میں
کوئی مسیحا اتنا بتلائے کہ کنارے کہاں ہیں

☆☆☆

# غزل

جور و ستم رقصاں ہیں محبتوں کی ہار دیکھ کر
آسماں لہو روتے ہیں زمیں کی حالتِ زار دیکھ کر

تشنہ لبی کا وہ مقام آیا ہے جہاں والو
دم توڑتی ہیں کلیاں نقشِ پائے بہار دیکھ کر

حیا بھی بکنے لگی اب محبت کے پاک ٹھیلوں پر
عشق کراہ لگتا ہے عاشقوں کا کردار دیکھ کر

جو جس قدر دے سکتا تھا دیتا ہی چلا گیا
ہم نے کبھی خریدے نہیں غم مقدار دیکھ کر

راہِ شوق پر چل کر ہم تو تماشا بن گئے
ہنستے ہیں اب ہمیں غمنواز و غمخوار دیکھ کر

تھے جو مومن بے خوف چلتے گئے بسمل
منافق الٹے پاؤں بھاگے عشق کی مار دیکھ کر

☆☆☆

# غزل

ہم نے درد کی برسات سے گزر کر دیکھا ہے
بے مروتوں کی کائنات سے گزر کر دیکھا ہے
غمِ دوراں نہ تھکا پائیں گے ہمیں
ہم نے ہجر کی رات سے گزر کر دیکھا ہے
ہم شاخ گل ہی ہماری خوشبو سے جل گیا
کچھ ایسے ایسے حالات سے گزر کر دیکھا ہے
فراق چاشنیِ وصل کے سوا کچھ نہیں
ہم نے بعد از ہجر ملاقات سے گزر کر دیکھا ہے
راہِ شوق میں ہو کوئی دقت تو پوچھ لینا
ہم نے ہر واردات سے گزر کر دیکھا ہے
لفظوں کا بانکپن کیا بلا ہے بسملؔ
ہم نے ساغرؔ کی کلیات سے گزر کر دیکھا ہے

☆☆☆

# غزل

نگہت و مہک کے نافے کھولو ذرا
ہوائیں پریشاں ہیں کچھ بولو ذرا

یہ بے تاب سمندر روکے رکھا ہے کیوں
ہمیں رلاؤ اور خود بھی رو لو ذرا

مسرتوں کے چہرے میلے پڑے ہیں
تھوڑا مسکرا کر اِنھیں دھو لو ذرا

سمندر کے نام شاید کوئی پیغام نکلے
تشنہ صحراؤں کی حبیب ٹٹولو ذرا

ہر شے کی سند طلب کرتی ہے دنیا
میرا سخن ترازو میں تولو ذرا

یونہی اندازاً ہمیں برا مت کہو
کچھ لمحے میرے پاس سے ہو لو ذرا

مسرتوں کے رکنَ پھیکے ٹھہریں گے بسمل
اک شام درد کی بانہوں میں سو لو ذرا

☆☆☆

تیری یاد کے دشت سے باہر کیوں نہیں آتا
یہ دل میرا ہے اگر تو گھر کیوں نہیں آتا

ہم لاکھ روٹھیں اُنھیں ذرا پروا نہیں
یا خدا ہمیں ایسا ہنر کیوں نہیں آتا

☆☆☆

# غزل

ہم جیتے ہیں بادشاہوں کی طرح
درد پیتے ہیں دواؤں کی طرح

ہم اپنے حصے کی بہار تجھے دے دیں
آ مل کبھی خزاؤں کی طرح

راہِ شوق کی مشقتیں مت پوچھو
درد بڑھتے ہیں تمناؤں کی طرح

تلخیِ دوراں سے کھَراؤ مت
زندگی گزرتی ہے ہواؤں کی طرح

دل پہ سرد موسم ہے چھایا آجکل
دھوپ عزیز ہے ہمیں چھاؤں کی طرح

ہم نے زخم سلتے دیکھے ہیں بارہا
مسکانِ غمزدہ ہے دعاؤں کی طرح

سانسیں کیونکر نہ ہوں عزیز تمھیں
دولت رکھی ہے خداؤں کی طرح

☆☆☆

# غزل

مت سمجھ کہ تیری تازگی کو دیکھا ہے
ہم نے فقط تیری سادگی کو دیکھا ہے

کلیوں کے ناز اٹھائے جاتے نہیں ہم سے
تیرے احساس کی آوارگی کو دیکھا ہے

دامن بھرا ہے ہزار شکایتوں سے مگر
ہم نے ناطے کی نازکی کو دیکھا ہے

غیروں کے تیر گننے کی فرصت نہیں ہمیں
غمخواروں کی غمخوارگی کو دیکھا ہے

پھوٹنے کو بے تاب ہے محبت تجھ سے
ہم نے تیری ناراضگی کو دیکھا ہے

☆☆☆

# غزل

جب تک دل میں درد و زخم سلگتے رہے
بے تاب آنکھوں سے اشک چھلکتے رہے

جن ہواؤں نے بجھا دیے کئی چراغ
ہم انھی ہواؤں کے آسرے جلتے رہے

بے باک تھے جو اک لہر میں پار گئے
یہ جو کنارے پہ کھڑے موجوں سے ڈرتے رہے

ہمیں مایوس ہونا نہیں آتا
چراغِ آس جلائے اندھیروں میں چلتے رہے

مہر و وفا کی قیمت مسلسل گھٹتی گئی
جوں جوں اشیا کے دام چڑھتے گئے

☆☆☆

.....

یہ جو غم کی رِدا اُتار کے بیٹھے ہیں
در حقیقت لطف و مسرت ہار کے بیٹھے ہیں

ہواؤ آج ذرا مستی اپنی ضبط میں رکھنا
آج مدتوں بعد ہم زلفیں سنوار کے بیٹھے ہیں

اے بادِ خزاں تیرے جور و ستم سے کھَرانے والے نہیں ہم
ہم تو قدم قدم پہ موت کو پکار کے بیٹھے ہیں

سادہ مزاج لوگوں کی قربت سا خمار کہاں
ہم کسی کی چاہت میں چار دن گزار کے بیٹھے ہیں

☆☆☆

# غزل

اک منزل، اک مقام کی آرزو رکھتے تھے
ہم بھی کبھی گل و گلفام کی آرزو رکھتے تھے

دل پہ جنوں دستک دیا کرتا تھا اکثر
ہم بھی بادہ و جام کی آرزو رکھتے تھے

سب یار مل بیٹھیں ہو موج مستی خوب
کچھ ایسی رنگیں شام کی آرزو رکھتے تھے

وہ دو چار حرف ہمارے نام کر دیں
کبھی اتنے سے انعام کی آرزو رکھتے تھے

اک تڑپ ہوتی تھی کبھی، تُو خدمت طلب کرے
تیری چاکری کے ایام کی آرزو رکھتے تھے

جب کچھ بھی نہ ہو میسر شکوے عزیز لگتے تھے
زمانۂ قحط میں ہم اسی بام کی آرزو رکھتے تھے

☆☆☆

# غزل

اندر کا جہاں بیاں ہو نہیں پاتا
مجھ سے درد زباں ہو نہیں پاتا
آغاز میں ہی ٹوٹ جاتی ہے محبت
یہ شجر جواں ہو نہیں پاتا
گلِ وفا ہیں کھلے ہوئے اس میں
بس وہ مہرباں ہو نہیں پاتا
گلوں سے کچھ کم نہیں وہ صاحبِ حسن
بس شاملِ گلستاں ہو نہیں پاتا
محبتوں کے در بند پڑے ہیں
کوئی داخلِ مکاں ہو نہیں پاتا
روتے ہی دیکھے غریب سدا بسملؔ
رفو اُن کا گریباں ہو نہیں پاتا

☆☆☆

# غزل

ہم خوش رہتے ہیں خدایا یاروں کی گلیوں میں
سدا رکھ ہمیں انہی بہاروں کی گلیوں میں

ہم محبت کے کوچوں میں دل بکف پھر رہے تھے
گر گیا کہیں انھی بیوپاروں کی گلیوں میں

یہ جو زخم ہیں محبت کے، لذت انکی بے بدل ہے
ہم نے پھر کے دیکھا ہے حساروں کی گلیوں میں

وہ وفا کا ساگر اک ساغر تک نہ پلا سکا
ہم روشنی کے لیے ترسے ستاروں کی گلیوں میں

لہو جن کی دوا ہو جور و جبر جن کی صدا ہو
کون مسیحائی کو جائے ان بیماروں کی گلیوں میں

اظہارِ محبت کر کے آرزوئے وصل مت کر بسمل
مہنگا ہے یہ خزانہ ان دیاروں کی گلیوں میں

☆☆☆

# غزل

نہ ایک سے نہ ہزار سے محبت کی ہے
ہم نے فقط دو چار سے محبت کی ہے

کسی کی خامشی عزیز ہے ہمیں
تو کسی کے اطوار سے محبت کی ہے

کسی کا اندازِ اظہار دل میں اتر گیا
تو کسی کے انکار سے محبت کی ہے

طلبگار ہے دنیا دید و وصل کی
ہم نے ہجر و انتظار سے محبت کی ہے

راہِ الفت میں توحید کا دعویٰ نہیں
کہیں خزاں کہیں بہار سے محبت کی ہے

اشکوں کو دیے بوسے کئی بار ہم نے
شبِ غم کی چھنکار سے محبت کی ہے

وہ گزرے ہوئے آشیانے یاد آتے ہیں
ہم نے در و دیوار سے محبت کی ہے

رُخ حسیں نہ باتیں دلنشیں بسمل
اک بندہِ سادہ کار سے محبت کی ہے

☆☆☆

شوق کے ساگر میں ڈوب کر کنارے ڈھونڈتے ہیں
کتنے ناداں ہیں لوگ دن میں تارے ڈھونڈتے ہیں

اپنوں نے جب نہ کسی خاطر میں لایا ہمیں
تو پھر کیا سوچ کر ہم غیروں میں سہارے ڈھونڈتے ہیں

☆☆☆

# غزل

شبِ ہجر آن کھڑی ہے ستارو خاموش ہو جاؤ
دھڑکنوں میں غم مچل رہے ہیں بہارو خاموش ہو جاؤ

دل ہی دل میں ہنس لو مگر زمانے سے بیاں مت کرنا
وہ قصے پرانے امانت ہیں یارو خاموش ہو جاؤ

ہم کیوں کب کیسے روئے مانا کہ سب معلوم تمھیں
مگر خاموشی عبادت ہے دیوارو خاموش ہو جاؤ

یہ بادِ دوراں پھولوں کو کھلتا دیکھ نہیں سکتی
خزاں تمھیں ڈھونڈتی ہے گلزارو خاموش ہو جاؤ

سنا ہے مرہم زخموں کو آگ لگانے لگے اب
مُشتِ مسیحا میں نمک ہے بیمارو خاموش ہو جاؤ

ہوس اپنی کو یوں عشق کا نام مت دو
خدا دیکھ رہا ہے گناہگارو خاموش ہو جاؤ

یہ بادل برسنا ہی چھوڑ دیں گے بسملؔ
تشنہ لبی ظاہر مت کرو ریگزارو خاموش ہو جاؤ

☆☆☆

یہ لہو کے رشتے تشنہِ لہو نظر آتے ہیں
سرِ راہ ہنس ملا جو اپنا حبیب ہے یارو

زخمِ دل اپنے لفظوں کی نظر کرتا ہے
بسملؔ نہ شاعر ہے نہ ادیب ہے یارو

دل میں کوئی صدا دبائے رکھتا نہیں
دیکھو بسملؔ کس قدر عجیب ہے یارو

☆☆☆

# غزل

نظر اپنی دیکھ سکتی ہے پار حجابوں سے
ہم فریب کھاتے نہیں سرابوں سے

غم کے سبو لبوں سے لگائے رکھتے ہیں
دور رہتے ہیں مگر حرام شرابوں سے

بندہ بندہ ہے بے حسی کی ردا اوڑھے ہوئے
اوراقِ احساس جل گئے دل کی کتابوں سے

ہم نے اُنکے کذب کو بھی سچ جانا
سادگی ٹپک رہی تھی جنکے جوابوں سے

سنگ ذرا سوچ کے برسانا اے ہم نشیں
بسمؔل کا دل کچھ نازک ہے حبابوں سے

☆☆☆

# غزل

دل کی ٹوٹی تاروں میں ابھی تک ساز باقی ہے
وہ آئے گا وہ آئے گا دھڑکن میں یہ آواز باقی ہے

وہ آج بھی لوٹ آئے تو سینے سے لگا لوں اسے
اس ستمگر کے لیے دل میں گداز باقی ہے

آغازِ محبت میں ہی دم ٹوٹ رہا ہے
اے دلِ بے خبر ابھی تو ساری پرواز باقی ہے

کسی سوالی کو وہ خدا خالی ہاتھ موڑا نہیں کرتا
جس سجدے میں تو ہے شاید ابھی وہ نماز باقی ہے

ہر شبِ دیجور کے بعد اک پُر نور صبح ہوا کرتی ہے
عشق میں نشیب تو دیکھ چکے اب فراز باقی ہے

☆☆☆

# غزل

ہمیں ہر موسم میں اپنا گھر اچھا لگا
کچھ بھی ہو یہ سوکھا شجر اچھا لگا

چومتے ہو تم مرمریں چوکھٹیں
مجھے اپنا ٹوٹا ہوا در اچھا لگا

اِس کے کوچوں میں سدا غم ہی پایا
پھر بھی یہ عشق کا نگر اچھا لگا

تنہائیاں حوصلوں کی قاتل
ہمسفر جب ملا سفر اچھا لگا

آنکھوں کی ٹھنڈک دل کی رونق
درد کی گلیوں میں دردِ ہجر اچھا لگا

تُو محرومِ محبت میں شکستہ دل
خالی صراحی پہ ٹوٹا ساغر اچھا لگا

پھسلے کئی میری چاہتوں کے در سے
نہ تھا کوئی ایسا جو عمر بھر اچھا لگا

محبتوں کے رکنَ کیسے عجیب ہیں بسملؔ
در حقیقت اچھا نہ تھا وہ مگر اچھا لگا

☆☆☆

دوا جتنی بھی کروں تیرے درد کا اثر نہ جائے
کیسا یہ مہماں ہے لوٹ کے جو اپنے گھر نہ جائے

جو چاہا ہے تجھے تو سمیٹ لے میری چاہتوں کو
کہیں یہ محبتوں کا دریا اتر نہ جائے

☆☆☆

●●●●●●

شعلۂ بے حسی میں بے بس گریباں جل رہے
ہر سو ماتم ہے انساں و حیواں جل رہے

بلبل کا یہ شکوہ کہ خوشبو میسر نہیں
پھولوں کا یہ رونا کہ گلستاں جل رہے

کوئی آستانہ محفوظ رہا نہ کوئی آشیانہ
دیوانے محوِ ماتم ہیں کہ بیاباں جل رہے

طالبِ گل و لالہ کانٹے چننے پر مجبور
حسرتیں تار تار ہیں ارماں جل رہے

☆☆☆

# غزل

ہجر کی یہ بارشیں تھم جانے دو
ہم مسکرائیں گے ذرا یہ غم جانے دو

ہے کوئی شکوہ ہم سے تو عرض کرو
کیوں آنکھیں ہیں میری نم جانے دو

ستارو سفرِ شب کتنا باقی ہے دیکھو ذرا
کیوں سو نہ پائے ہم جانے دو

ہم نے دل پہ بے نشاں زخم کھائے ہیں
بے فائدہ ہیں یہ دوا و بام جانے دو

غمگیں تو نہیں وہ دیکھ کے آؤ ذرا
کیوں روئے ہم سرِ عام جانے دو

طالبِ بام ہوں اجل نہیں مانگی
طبیب کہتے یہ انتظارِ صبح و شام جانے دو

غموں کو صحنِ دل میں رقص کرنے دو خوب
یہ سب قبول ہمیں مگر آبِ حرام جانے دو

یارو تم زادِ شبِ قاتل کا کچھ انتظام کرو
کیسے کٹے گی یہ شام جانے دو

بسمل کو اپنے درد و آلام سنانے دو
کس کے نام لکھا یہ کلام جانے دو

☆☆☆

دکھ ہوتا ہے انساں سا مزاجِ خوشبو دیکھ کر
بکھرتی ہے اب تو یہ بھی لبادہِ جگنو دیکھ کر

☆☆☆

مجھ میں سمندر سی کوئی خوبی نہیں
پھر تعجب کیسا کہ کوئی ناؤ ڈوبی نہیں

☆☆☆

# غزل

تیری یاد میں کچھ ایسے ہم دیوانے جل جاتے ہیں
شمع کی آرزو میں جیسے پروانے جل جاتے ہیں

حالات کے پُر جوش شعلوں میں
کاغذی ہوں جن کے کاشانے جل جاتے ہیں

چھوڑ کے لطفِ بادہ تیری جانب چلی آتی ہے دنیا
تیرے دلفریب ناز و ادا سے میخانے جل جاتے ہیں

تیرے لبوں کے ہلنے سے دلوں میں بہار آتی ہے
تیری آواز سے کوئل و مینا کے ترانے جل جاتے ہیں

شمع رکھتی نہیں متاع و عمر کا امتیاز
اس میں سب نئے و پرانے جل جاتے ہیں

ہزار فصیلیں کھڑی کرو ہوائے موت پہنچے گی
آتش داں میں جمائے شامیانے جل جاتے ہیں

بے نیازی تیری نہ بجھا پائے گی آتشِ جہنم
پرندے نہ بھی اڑیں تو آشیانے جل جاتے ہیں

☆☆☆

# غزل

ع سے عشق ع سے نام آپ کا
عمدہ پایا اس مے کیلئے جام آپ کا

کیفِ لابیاں سا طاری ہوا دل پہ
جب بھی سینے سے لگایا نام آپ کا

فقط تصور سے کپکپاتے ہیں اعضاء اپنے
روبرو کیسے سنوں گا کلام آپ کا

میرے وجود میں ہے برہنہ شمشیرِ عشق
کیا خوب اگر میسر آئے نیام آپ کا

ہزار چاہ کر بھی نہ بھلا پایا میں
ورد کرتی ہے ہر شے سرعام آپ کا

کر دیں پیش اگر دل اپنا نمائش کیلئے
نہ کر سکیں گے مقابلہ گل و گلفام آپ کا

پھیل جاتی ہے وجود میں سحر سی تازگی
دل جو کر لے ذکر سرِ شام آپ کا

جب جی چاہے جھانک کے دیکھ لیتا ہوں
میرے دل میں ہے قیام آپ کا

آپکی اطاعت و محبت تو جزوِ عبادت ہے
اے میرے آقا میں غلام آپ کا

☆☆☆

عشقِ مجازی درحقیقت زادِ راہ ہے
جو بوجھ بن جائے تو گناہ ہے

☆☆☆

میں الودود کی تلاش میں نکلا ہوں
اے ہم نشیں تو میرا زادِ راہ ہے

☆☆☆

# چہرے

دلنشیں چہرے
ہائے یہ حسیں چہرے
زخموں کے شیدائی
یہ نمکیں چہرے
فرش کی زینت
مہ و پرویں چہرے
چاند کے ٹکڑے
یہ دلنشیں چہرے
کونپلوں کی مانند
یہ مرمریں چہرے
گل و لالہ پہ بھاری
یہ عنبریں چہرے
خمر سے نہائے ہوئے
یہ نشہ آفریں چہرے
دل کو چھپاؤں کدھر

ہائے یہ سحر آ گیں چہرے
کششِ جاذبہ رکھتے ہیں
یہ گوہر و نگیں چہرے
لبوں میں بھرے ہوئے بادہ
یہ کیف آ گیں چہرے
کھیلتے ہیں دلوں سے
دورو قریں چہرے
دل فریفتہ نہ ہو کیسے
ہر سو خشمگیں چہرے
ہمیں تو محبوب ہیں
افسردہ و غمگیں چہرے
خوراکِ خاک ہوئے
کیسے گل رنگیں چہرے
خود پہ تھا ناز بہت جنھیں
ہیں مرقد گزیں چہرے
کیسے کیسے حسیں بسمل
کھا گئی زمیں چہرے

☆☆☆

●●●●●●

بہار آتی ہے مگر پھول کھِلنے نہیں دیتا
وہ ستم ظریف دیوارِ ہجر گرنے نہیں دیتا

☆☆☆

شمع کی آرزو میں جلتے پروانے دیکھے
اجڑے دلوں میں رچے محبت کے خزانے دیکھے

ہے رقم داستانوں میں داستانِ لیلیٰ و مجنوں
محبت کے آثار دلوں پر پرانے دیکھے

☆☆☆

داغِ ہجر کچھ پھیل سا جائے تو بخار بڑھ جاتا ہے
طفیل اس درد کے ذوقِ دیدار بڑھ جاتا ہے
غم دوراں وغم جاناں کی لذت حدا حدا بسمل
ملا کر پیو تو خمار بڑھ جاتا ہے

☆☆☆

••••••

وہ جو سرِ راہگزر ملیں قدموں سے لپٹ جاؤں گی
میں خاک ہوں خاک میں سمٹ جاؤں گی

☆☆☆

ہنستے ہیں دانشور سن کے میری آرزو
ان کے قدموں میں بیٹھ کے ان سے ہو گفتگو

☆☆☆

آؤ اپنی حاجتوں میں اک دوجے کا ہاتھ بٹائیں
تم ہمارا درد سنو ہم تمھارے ناز اٹھائیں

☆☆☆

آنسو تھم گئے مگر آنکھوں سے فریاد نہ بچھڑی
نجانے کیوں بچھڑنے والے کی یاد نہ بچھڑی

☆☆☆

# غزل

مانندِ پنچھیِ قفس صبح شام آہ و فریاد کرو گے
اے گلِ ہم شاخ جو بچھڑے تو بہت یاد کرو گے

در و دیوار کا تصور نہیں قیدِ عشق میں ناداں
بااختیار ہو کر بھی خود کو نہ آزاد کرو گے

تنہائیاں نوچ ڈالیں گی تمھارے چہرے کی رنگینیاں
تم روح کو عذاب دو گے جسم کو برباد کرو گے

بھول جاؤں کیسے غم سے جی چھڑاؤں کیسے
فقط اسی جستجو میں اپنے شام وسحر برباد کرو گے

بزمِ زیست میں جب جب چلے گی بادِ بہاراں
تم مسکراؤ گے کیسے کیسے خود کو شاد کرو گے

یہ وابستگی ہے ایسی کہ اشک نہ روک پاؤ گے
کبھی جو ہو گا تذکرہ میرا یا خود کچھ ارشاد کرو گے

میں برگِ بے شاخ خاک ہے تقدیر و مسکن میرا بسمل
اے فخرِ گلستاں تم کیسے سرِ عام آہ و فریاد کرو گے

☆☆☆

محبت ناطہ ہے روح کا روح سے بسمل
آزاد ہے یہ پنچھی جسموں کی قید سے

☆☆☆

میں نے تیری گلیوں میں ہر دم غم ہی پایا
اے دنیا تیری جھوٹی محبتوں سے بیزار ہوں

☆☆☆

.....

تیرے لبوں پہ ہے سحر سی خاموشی
میرے دل میں ہے ماتم سا ہجوم

میں بے نشاں ذرہ خاک کا
تیرے گرد طواف کرتے ہیں نجوم

دل تو چاہے لپٹ جاؤں تیرے قدموں سے
بس روکے ہوئے ہیں مجھے زمانے کے رسوم

☆☆☆

قربت کا بوجھ سہہ نہیں سکتا ٹوٹ جائے گا
دلِ زخم خوردہ میرا اک نازک وناتواں شاخ سا

☆☆☆

# غزل

آئے سمیٹ لے کوئی بانہوں میں
تھک چکا بہت ان پیچیدہ راہوں میں

تڑپا رکھا ہے مجھے قلب و نظر نے
تسلسل رہتا ہے سسکیوں میں آہوں میں

اک گھٹن سی اترتی ہے وجود میں
زہر ملا ہو جیسے ہواؤں میں

انھی کے ہاں ہے میرے درد کی دوا
عمدہ مسیحا رہتے ہیں قتل گاہوں میں

ہو اگر حقیقتاً میری مسیحائی کے طالب
ملا دو زہر میری دواؤں میں

منزل سے منہ موڑ بیٹھا ہوں ناداں
اک چھالا کیا نکل آیا پاؤں میں

گلہ کیسا جو چند کرنیں پڑی دھوپ کی
مدت تک بیٹھا رہا چھاؤں میں

جب سے لذتِ عشق پائی ہے بسمل
ملتی نہیں لذت اب کہاں میں

☆☆☆

دل کر چی کر چی ہوا جسم لاغر و نڈھال ہے
کیسے ہو بیاں غمِ ہجر تو یارو بے مثال ہے

☆☆☆

# غزل

پھرتا رہتا ہوں تصورِ یار کے بازاروں میں
فرق نہیں کچھ خاص ان میں اور بہاروں میں

اُنکی خاکِ پا بھی عزیز تر ہے مجھے
کہاں کشش ان سی اُن چاند ستاروں میں

خاکِ پا نہ میسر آ سکی اب تلک تو کیا
خسارے تو رہتے ہیں اکثر بیوپاروں میں

وہ تو ہیں اک شجر با لالہ و ثمر
بس جلوہ گر ہوتے نہیں گلزاروں میں

میں کیسے نہ بکتا بے دام بسمل
ملتے نہیں ایسے لاکھوں میں ہزاروں میں

☆☆☆

●●●●●●

انتظار کی یہ تھمی گھڑیاں تمام ہونے دے
ناامیدی لوٹ جا ابھی شام ہونے دے

آہِ سوزاں سی لذت کہاں ان بہاروں میں
راہِ عشق میں مجھے تھوڑا اور ناکام ہونے دے

یوں دفعتًا بچھڑوں گا تو ٹوٹ جاؤں گا
اے زندگی ناطہ ہمارا تھوڑا خام ہونے دے

مسکاں اس گل اندام کی کچھ پھولوں جیسی ہے
اے گل چیں کچھ پل مجھے چمن سے ہمکلام ہونے دے

☆☆☆

ٹوٹا ہے جب سے دل کا جام و سبو
لب کرتے ہیں اشکوں سے وضو

☆☆☆

# غزل

وہ بے ساختہ پکار اٹھے کہ پی تو نہیں ہوئی
جب کہا کہ سگ ہوں آپ کے در کا
شاید وہ آشنا ہی نہیں اپنے مقام و رتبے سے
ہم تو کرتے ہیں طواف ان کی رہگزر کا
سر پہ رکھے خالی صراحی لوٹ آیا میں
میسر آیا تھا چند دن ساتھ سمندر کا
برہنہ پا میں چل رہا تپتے صحرا میں
تجھے کیا معلوم یہ سفر ہے سارا امذر کا
انکے لعابِ اقدس تک نہ مل سکی رسائی کسی کو
اسی لئے تو چرچہ ہے ہر سو بادہ و ساغر کا
دنیا ایک قیامت سے گزر رہی بسمل
اس حال میں وہ اک پارہ ابر کا

☆☆☆

# غزل

گل و بلبل کی ہر سو گفت و شنید ہوتی ہے
اے بہاراں تیری آمد اک امید ہوتی ہے

ہم نے کچھ ایسے زخم پال رکھے ہیں
تکلیف جن کے مٹنے سے مزید ہوتی ہے

دن بدن ہم بحرِ جہالت میں ڈوب رہے
ناداں یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا حدید ہوتی ہے

ہواؤں کی فکر کہاں ان چراغوں کو
آندھی جن کے در کی مرید ہوتی ہے

جن کے دامن میں غم کے سوا کچھ نہیں
ان غمزدوں کیلئے موت بھی مفید ہوتی ہے

ہم تارکینِ وطن جب جب گھر کو لوٹیں بسمل
ہماری ہم سخنو تب تب عید ہوتی ہے

☆☆☆

# غزل

محبت دم توڑ گئی میں جس دیار جاؤں
آرزوئے وفا لیے اب کس دیار جاؤں

روبرو انکے تمنائیں ہزار جاگ اٹھتی ہیں
اب جو جاؤں اُدھر تو دل اتار جاؤں

گفت و شنید کیا دید تک ممکن نہیں
آرزوئے خام لیے کیا میں ادھر بار بار جاؤں

چمن کی سیر کو اب جی نہیں چاہتا
گل خفا مجھ سے کیا چننے برگ و خار جاؤں

اندیشہ ہے کہیں اپنی ذات کا قاتل نہ ٹھہروں
غم کچھ کم کر کہ زندگی گزار جاؤں

☆☆☆

# غزل

میرے دل کی ٹوٹی تاروں کا ساز غور سے سن
پکار رہی ہے تجھے دھڑکن دھڑکن آواز غور سے سن

محبت کی رت بدلتے ذرا دیر نہیں لگتی
اس طائرؔ کی بے سمت ہے پرواز غور سے سن

یگانوں کے دیس سے بن کے بیگانہ گزر جاتا ہے تو
بہت مہنگا بڑے گا تجھے یہ انداز غور سے سن

وفا کے بدلے وفا کی آرزو رکھنے والے
آج کل ہوتے نہیں یہاں اعجاز غور سے سن

دل کے گھاؤ کاغذ پہ اتارتا ہے بسملؔ
نہیں وہ کوئی سخن پرداز غور سے سن

☆☆☆

•••••

سکوں جب میسر نہیں تو کیونکر رات کو رات کہوں
مل کی فرصت نہیں کسی کو کس سے دل کی بات کہوں

ہمسائے کو ہمسائے کے حالات کی خبر نہیں
اس بے رخی کو بے حسی کہوں یا تغیرات کہوں

یہ آرزو ہے بسمل کی یہ دعا ہے تجھ سے اے خدا
ہو جس میں رضا تیری ہمیشہ میں ایسے کلمات کہوں

☆☆☆

# غزل

جب یہ قاتل شام ڈھل جائے گی
تب امیدِ وصل بھی جل جائے گی

سیدھی راہوں پر اٹھیں گے جب گام اپنے
یہ بھٹکتی روح میری سنبھل جائے گی

لبوں پہ ذکرِ مصطفیٰؐ تم رکھنا
تنہائیوں کے سر یہ بندگی کچل جائے گی

دنیا کے بھنور میں پھنسی ہے ناؤ اپنی
کناروں تک یہ بامشکل جائے گی

کھَراؤ مت زندگی نام ہے گردش کا
آج کی آفت کل ٹل جائے گی

ذرا اپنے گریباں میں جھانکو
ہر برائی یہاں مل جائے گی

باطن کو اپنے تم صاف رکھو بسملؔ
تو یہ ٹوٹی پھوٹی عبادت بھی چل جائے گی

☆☆☆

# غزل

دل میں بسا کر مجھے خانہ خراب کرے
وہ کیوں خاشاک سے آستانہ خراب کرے

مہ و پرویں پیتے ہیں اس کے در سے روشنی
قطرہِ شبِ دیجور سے کیوں وہ میخانہ خراب کرے

یاد کے سنگ برستے ہیں سدا دل پر
کبھی ایسا نہ ہوا کہ وہ نشانہ خراب کرے

محبت اور دہرِ بے ثبات سے
کون ناداں گوہرِ یکدانہ خراب کرے

یہ تو محظ کرم کی بات ہے بسمل وگرنہ
تو وہ مےِ نجس تھی جو پیمانہ خراب کرے

☆☆☆